

حیرت زار

عطاء اللہ کوی

ز حیرت دل بند قیاسے تو کشودم
آئینہ گری کار کمی نیست دریں جا

حیرت زار

ابو المعانی مرزا عبدالقادر بدیل

حالات زندگی، کلام پر نقد و نظر
اور

انتخاب کلام

تقریباً

پیدر شاہ عطار از رحلِ علم کا کوئی

ماہی رئیس اداہ تحقیقاتِ ادبی و تاریخی
رہنما مدرسہ فارسی دانشگاه، پٹنہ

اشاعت اول

اشاعت دوم

طالب

ناشر

۱۰۰۰ جنوری ۱۹۵۶ء

۱۰۰۰ جنوری ۱۹۸۱ء

دکٹر آرٹ پرپرس سلطان گنج پٹنہ

مصنف

قیمت

بارہ روپیے

تقسیم کار:

حکیم مہاشن بکٹ پور
سیدان گنج پٹنہ

باک باید گفت بیت دل با جہان آرزو
آنچہ دل خواہ من است از عالمِ ادراک نیرت

۳ فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۵	خود شناسی	۵	پیش لفظ
۸۶	شانِ فقر	۵	حالاتِ زندگی
۸۶	یادِ یاراں	۱۸	ادیبوں اور ناقدوں کی رائیں
۸۶	ما تم پدر	۲۲	تصانیف
۸۶	در مصیبتِ خود	۲۶	بیدار، غالب اور اقبال
۸۶	شکرِ پیرِ گودری	۸۶	انتخابِ کلام
۸۸	مقامِ اولیا	۱	فرائیات
۸۸	شانِ بیدارے	۶۷	فردات
۸۹	حدیثِ نحوشی		منظومات
۹۰	کشِ مکش	۸۱	انسان
۹۱	محمودی	۵	سودائے تمغیل
۹۱	آلہٴ محبت	۵	عمر، اوراک
۹۲	تجیرِ زار	۸۲	جستجو
۹۲	جذبہٴ نحو	۵	رازِ ہستی
۹۳	از راست کہ ریاست	۸۳	صغیٰ نظر
۹۳	کرشمہٴ نگاہِ ناز	۸۴	جوشِ ہیرت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۷	جوہرِ ذاتی	۹۲	قر و قیمتِ شکست
۱۰۸	طوفانِ بہار	۹۵	تالی و تفسیر
۱۱۳	مرثیہٴ شاہِ جہاں	۹۶	ذوق و شوق
۱۱۳	مرثیہٴ فرزند	۹۶	نہایتِ رقت نہ جانے ماندن
۱۱۳	یادِ ایامِ بیک	۹۶	حیرت و بخودگی
۱۱۴	بابِ میوات	۹۸	چہ می پرستی
۱۱۵	تابِ خود داری	۹۸	مردانِ کامل
۱۱۵	چہ سوز	۹۹	دیارِ مستحضر
۱۱۶	طوفانِ تغافل	۱۰۰	مردانے نیرنگی
۱۱۶	تمنا	۱۰۰	طالبِ صلہ
۱۱۶	حیا	۱۰۱	انجمِ کار
۱۱۶	مست	۱۰۱	سبکِ رومی
۱۱۶	کیا رسم	۱۰۲	بے بصری
۱۱۶	چہ غم	۱۰۲	پتھیرہ گویاں
۱۱۸	اثرِ قابلیت	۱۰۳	سرابِ نظر
۱۱۸	جوشِ طبیعت	۱۰۳	خدمتِ نفاق
۱۱۹	شہرِ آشوب	۱۰۴	خود ناسناسی
۱۲۱	رباعیات	۱۰۵	خواب و بیداری
		۱۰۶	فہمِ راز
		۱۰۶	ہیرتِ نظارہ
		۱۰۶	عزبانِ خویش

پیش لفظ

بیدل کی شاعری کا پس منظر اس کا یہی شعر ہے اسی آئینہ خانہ میں بیدل میرت
 ایک حقیقت یہ ہزار آئینہ تاباں شدت است
 کھڑا ہے۔ اس کے کلام کا مطالعہ کیجئے، معلوم ہوتا ہے ایک بے بچنے والی پیاس ہے
 ایک دھنم ہونے والی تمنا ہے، ایک منزل نا آشنا تجسّس ہے جو سارے کلام
 میں جاری و ساری ہے۔ وہ اپنی ہستی کو ذاتِ مطلق میں گم کرنا نہیں چاہتا اس کا
 مسلک تو ہے کہ ”خود را خوشی و من گشته از درد دیدن“ اس کو آسودگی پسند
 نہیں۔ ایک اضطراب مسلسل ایک جدوجہد کا جذبہ ہے جو ہر جگہ کار فرما ہے۔

بہشت کی راحت جاوید اس کو کہاں پسند ہے ۔

گو بند بہشت است ہمہ راحت جلاوید

جائیکہ بہ راحت و طہیدل چہ مقام است

چہ مقام وصل میں بھی وہ زحمت انتظار کا شیدائی ہے ۔

خو یا رہم و آرزو باقیست بہ وصل نا انتظارا ماند

ایکے سارے کلام میں ایک خوش و خروش ہے ایک دلولہ ہے ایک تڑپ ہے۔

ہر خار سے کہ دریں عرصہ طوفان برخواست

ہمہ از شوخی و بہ باکی بولان برخاست

اس کی نگاہ مطالعہ نفرت کے لئے وا ہے، ہر ذرہ اپنی زبان خوش سے سخن طراز ہے۔

از زمین تا بہ آسماں سخن است

اس کے کچھنے کے لئے چشم بصیرت درکار ہے۔

چشم واکردن زمین تا آسماں فہمیدن است

بیدل کو سکون پسند نہیں۔ کائنات کی ہر چیز متحرک ہے۔ سفر میں ہے بہانہ کہ

ہر کجا نکبت گل پرین رنگ درید

نیست پوشیدہ کہ از خود سفری می خواہد

اس کا مسلک ہی یہی ہے کہ

عمر آسودگئی ما بہ سفری گذرد

خائب نے بھی یہیں سے یہ زور لیا کہ

نہ ہے روانی عمرے کہ در سفر گذرد

اقبال نے بھی یہیں سے یہ سبق پڑھا

ہستم گھری قدم گمزد و دم نیستم

خلقت انسانی اقبال کی شاعری کا مورخ ہے مگر اس کا سرچشمہ بیدل ہی کا کلام ہے۔

ہر دو عالم خاک شد تا بستی نقش آدمی

اسے بہارِ نبوتی از قدر خود آگاہ باش

یہ تو دی میں بھی وہ اپنے نور کو بے راز کھنڈا چاہتا ہے

بہ دریا پیچہ گوہر خورشید را بچین دارم

خود داری اور شان استغناک مثال غالب کے یہاں بھی ملتی ہے۔
اٹے پھر آئے در کعبہ اگر داد ہوا

اور اتال کے یہاں سے

گدا اٹے میسرہ کی شان ہے نیازی دیکھو

پہنچے کے چشمہ حیراں پہ توڑتا ہے سب کو

مگر بیدل کس غضب کے انداز میں کہہ گیا ہے

وہ ہائے فردوس و ابودامرد

از بے دماغی گفتم "فرکا"

مختصر یہ کہ بیدل کے کلام میں جو جذبہ کار فرما ہے وہ اس کے دل جذبات و مشاہدات کا پر تو ہے۔ اس کی شاعری تمام تر جذباتی ہے، بعض تخیلی نہیں سی لے اس میں بڑی کیفیت ہے۔ غالب نے بھی اس کا رنگ اختیار کرنا چاہا مگر چونکہ وہ اس جذبے سے محروم تھا اسی لئے بیدل کے نقش قدم پر چلنا اس کے لئے قیامت ہو گیا۔ وہ آگ بے بیدل کے دل میں لگی ہوئی تھی، وہ سوز میں سے اسکا دل دھجک رہتا تھا وہ غالب کے یہاں کہاں ہے۔

اقبال پر بیدل کا پر تو بڑی حد تک بڑا ہے۔ مجھے حیرت تو اس پاتھر سے شبلی جیسا نفاذ اور ناری کا شاعر بیدل کے کلام کی عظمت سے آگاہ ہوا عام تذکرہ نویس بیدل کی عظمت کے قائل تو نظر آتے ہیں مگر اس کی روح شا تک اب تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔ میں نے اس انتخاب میں اس

کی کوشش کی ہے کہ مختصر سیانہ پر قارئین بیدل کے کلام سے آشنا ہو جائیں اور ایک اجمالی خاکہ ان کی نگاہوں کے سامنے پیش ہو جائے۔ در بیدل کا کلام تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے اس کی شاعری آسان نہیں۔

بیدل سراپا مونی شاعر ہے مگر اس کے قصود میں حرکت ہے ایجاد نہیں۔ جوش ہے سکون نہیں۔ دلولہ ہے مایوسی نہیں، پیغام عشق ہے بے دست و پای نہیں فطرت کی جلوہ سامانیاں، حقیقت کی نور افشائیاں، کائنات کی بوقلمونیاں، بحر کی آئینہ سامانیاں بیدل کے کلام کے اہم اجزاء ہیں۔ الفاظ کی رنگینی، معانی کی حسن آفرینی، لب و لہجہ کی ہم آہنگی سب نے مل کر کلام بیدل میں سحر آفرینی کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جس سے متقدمین سے لے کر متاخرین تک کا کلام خالی ہے۔ بیدل کو شوکت بخاری اور جلال اسیر کا ہنر اچھا نہ صرف بیدل کی توہین ہے بلکہ خود اپنی بد ذوقی کا برملا اعلان بھی ہے

اب بیدل ہی کے ایک شعر میں اپنا پیش لفظ ختم کر کے قارئین کو کلام بیدل کے مینا خانہ کی سیر کی دعوت دیتا ہوں

مزا آتھا ست و ما طرش مینا خانہ حیرت

مزدہ بر ہم مزن ہا شکنی رنگ تماشا را

حالات زندگی

بیدل کے حالات زندگی کا سب سے پہلا اور مستند ماخذ تو خود اس کی مشرقی تصنیف، پہاڑ منظر ہے جس کو اس نے ۱۰۹۵ھ میں لکھنا شروع کیا جب اس کی عمر چالیس سال کی تھی اور یہ تصنیف ۱۱۱۵ھ میں ختم ہوئی جب کہ اس کی عمر بائیس سال کی تھی۔ اس کو صحیح معنوی میں دانہ عمری تو نہیں کہہ سکتے مگر یہ اس کی آپ بیتی ہے جس میں اس نے اپنی زندگی کے نقوش کو جستہ جستا اجا کر کیلے ہیں ایک مطالعہ سے بیدل کے فطری رجحان، ذوق تصوف، صوفیائے کرام اور اہل اللہ سے کسب فیوض، سفر کے حالات، تاثرات، مشاہدات اور واردات قلبی و روحانی کا کما حقہ پتہ چلتا ہے۔ دوسرا ماخذ اس کے وقعات ہیں جو اس نے وقفاً فوقاً اپنے قدردانوں اور محبوں کو دل سوزی اور قصص خواہ کی بنیاد رکھے ہیں۔ تیسرا ماخذ اس کا کلام ہے جس کا بالاسرمدیاب مطالعہ بہت سی کیفیتوں اور مناہروں کی نقاشی کشائی کرتا ہے۔ چوتھا ماخذ اس دور کے تذکرے ہیں جس میں بیدل کے حالات مستند طور پر دستیاب ہوتے ہیں۔ ان سب کا وجود بیدل کی زندگی کے بہت سے گوشے پردہ تاریکی میں ہیں اور ان کی صحیح طور پر نشان دہی

ممکن نہیں۔

نسب اور آب و اجداد

یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ ہندوستان کے تین عظیم المرتبت فارسی زبان کے شاعر تھے اور تینوں کے تینوں قیران فی لہنی ترکستان سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلا خسرو ترکی النسل قبیلہ لاجپن کا، دوسرا بیدل قبیلہ ارلاس کا، اور تیسرا غالب قبیلہ ایملک کا۔ اس کا پتا نہیں کہ بیدل کا قبیلہ ہندوستان کب آیا مگر قیاس یہ جاتا ہے کہ ترکی قبائلوں کی باہمی نزاع اور کشمکش کے باعث یہ قبیلہ وہاں سے منتقل ہو کر مغلیہ دور کے ہندوستان میں اکبر آباد پہنچا ہو کیونکہ خوش گو نے بیدل کو اکبر آبادی الوطن لکھا ہے۔ بیدل کے والد مرزا عبداللہ نقی سپاہی پیشہ تھے وہ شاہجہاں کے بیٹے شجاع کی فوج سے وابستہ تھے۔ اس وقت شجاع بنگال کا صوبہ دار تھا۔ مرزا عبداللہ نقی نے یہیں بنگال میں توطن اختیار کر لیا اور راج محل میں رہنے لگے۔ یہیں بیدل پیدا ہوا۔

بیدل کی جائے پیدائش

ابھی حال تک یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ بیدل کا مسقط الراس کہاں ہے۔ کسی نے اکبر آباد، کسی نے لاہور، کسی نے جہاز آباد اور بہتوں نے ان کو عظیم آبادی لکھا اور اسی نسبت سے بیدل قبیلہ آبادی کہے جانے لگے۔ بیدل نے اپنی جائے پیدائش نہیں بتائی مگر بیدل کا ایک رفیق جو عرصہ تک اس کے ساتھ ساتھ رہا اس کا بیان ہے کہ بیدل کی پیدائش بنگال کے مقام اکبر نگر عرف

راج محل میں واقع ہوئی جو بہار اور بنگال کے سرحد پر ہے۔ اس دور میں بنگال اور بہار گویا ایک ہی گھر کے دو آنکھ تھے اس لئے بیدل کے والد اور چچا اور قلندر برابر ہمارے آتے جاتے رہے۔ یہاں اکثر قیام بھی رہا اور عظیم اور دہلیہ بیمار کا مرکزی مقام تھا۔ بیدل بھی آتے جاتے رہے۔ اور اکثر یہاں قیام بھی رہا اس نے ان کا عظیم آبادی مشہور ہو جانا مستحضر رہنا تھا۔ اب یہ بات محقق طور پر ثابت ہو چکی کہ بیدل کی پیدائش بنگال کے مشہور راج محل میں واقع ہوئی۔

تعلیم تربیت مرزا عبدالخالق فوجی ملازمت سے دست بردار ہو کر صوفی منشی ہو گئے۔ ترک نماز کیا اور حضرت شاہ کمال قدس سرہ سے طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ یہ بزرگ رانی ساگر میں مقیم تھے جو آہ شہر سے اٹھارہ میل اور پٹنہ سے تقریباً ساٹھ میل پھر واقع ہے۔ کبر سن میں مرزا عبدالخالق کو اللہ نے ایک فرزند عطا کیا جس کا نام انہوں نے اپنے تادریہ مسکن کی رعایت سے عبدالقادر رکھا۔ ان کے ایک دوست نے لفظ انتحاب اور فیض قدس سے اوڑھنا سال ولادت نکالا تاہم غیبی اور فیض قدس عبدالقادر انتحاب روزگار ہوئے ابھی چار ماہ سے چار سال ہی کے تھے کہ رانیہ پوری سے عروم ہو گئے۔ ان کی خوش تربیت میں بیدل نے حروف ابجد سیکھ کر نافذ قرآن بہت کم سن ہی میں پڑھ لیا۔ اس وقت ان کا عمر چھ سال کی تھی۔ اسی زمانے میں ماں نے بھی داروغہ تربیت

دیا۔ اب یہ بے ماں باپ کا بچہ اپنے شفیق چچا مرزا قلندر کے زیر تربیت آگیا۔ مرزا قلندر شہزادہ شجاع کی نوبت میں ملازم تھے۔ بڑے قوی ہیکل اور بہادر، مگر تھے ان پڑھ۔ بچتے کو کیا پڑھا مگر پڑھانا ضروری تھا اس لئے ان کو دروس میں داخل کیا۔ بیدل ابھی بہت مدتی کا ہیں ہی پڑھ رہے تھے کہ ایک دن مرزا قلندر جو دروس لگے تو دیکھا وہ معلمین (یا متعلمین) آپس میں بحث و مباحثہ اور پھر محاذ میں مصروف ہیں۔ یہ سنا دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا کہ

گر ہمیں کتب است و این علم
کار غفلان نواب خواہد شد

بچتے کو وہاں سے نکال لائے۔ اس کے بعد انہوں نے بیدل کو اساتذہ کے دوادین اور صوفیائے کرام کی تصانیف مطالعہ کرنے اور روزانہ اپنے مطالعہ کی روئاد بیان کرنے کو کہا۔ اس طرح بیدل کے ذہن کی ہلا اور افکار کی فصاحت ہوئی گئی۔ مرزا قلندر بھی صوفی منشی تھے اور شاہ کمال قدس سرہ سے بیعت تھے۔ اس لئے بیدل کا بھی شفاعت سے کچھ بہانہ رانی ساگر آنا جانا ہوتا رہا اور اکثر قیام بھی رہا اس سبب طرح صوفیانہ احوال اور روایات زندگی کا اثر بیدل کی طبیعت میں رچ بس گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عرصہ کی تعلیم سندھ نہ کیا جتنا بزرگوں کے فیضان نظر نہ ہے

یہ فیضانِ نظر تھا یا از مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے انہیں کو آدابِ فرزندہ

رائی ساگر سے قریب ہی ایک مجذوب شاہ لوگ رہتے تھے وہ اکثر وہاں آتے۔ ان کی صحبت میں بھی بیدل نے فیوض حاصل کئے۔ وہ حالتِ جذب میں موزوں کلمات زبان سے ارشاد فرماتے۔ جو مقامی زبان میں ہوتا۔ یعنی ملی جلی ہندی بھاکا اور فارسی یعنی ریختہ اور بیدل سے ان کو قلمبند کرنے کو کہتے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ بیدل نے جو چند اشعار کہے ہیں۔ وہ ان صحبت کا اثر ہوگا۔ ان فرض بیدل نے کتابوں کے مطالعے اور موزوں کلام کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کے کلام اور تصانیف میں جو فلسفیانہ اور تصوفانہ خیالات پائے جاتے ہیں وہ سب انہیں کا نتیجہ ہیں۔ تیسری چیز جو ان کی سیرت اور طبیعت پر اثر انداز ہوئی وہ ان کا ذوق سفر تھا۔ سفر میں جن مناظر کو دیکھا اور جو مشاہدات کئے وہ ان کی بصیرت کو روشن کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوئے اور یہ مثل ان پر صادق آتی ہے کہ

بسیار سفر باید تا پختہ شود خاں

بہار میں وہ مختلف مقامات میں رہے۔ آگرہ، ٹپنہ، مہسی (ترہت)، پھر اسی کے بعد آریہ ملک گئے۔ یوپی میں متھرا، اکبر آباد۔ پنجاب میں حسن ابدال تک۔ زیادہ تر ان کی صحبت موزیان کرام اور درویشانِ عظام سے رہی۔ اور ان سے بنیاد آریہ ہے۔ ان ہی کی صحبت کا اثر تھا کہ خود بھی درویش و غنت ہو گئے۔

اور کب فیض سے صاحب کشف و کرامت بھی۔ طبیعت میں قناعت پسندی، خود داری، ہمدردی، انسان دوستی، خدا ترسی کا جو جذبہ بیدل کے دل میں تھا، وہ انہیں باخدا اور فرشتہ صفت بزرگان و صوفیانِ عظام کی صحبت کا اثر تھا۔ بیدل کی زندگی بڑی غیر اطمینانِ حالت تھی گزرتی

تاہل اور ملازمت

سری۔ بچپن میں ہی ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ چچا (قلندر) بھی ان کو چھوڑ کر بنگال کے سفر پر چلے گئے اور پھر ۱۰۷۵ء میں انتقال کر گئے۔ اب بیدل کے ماموں مرزا ظریف ان کے سرپرست ہوئے مگر یہ بھی ان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر راہی ملک تھا ہوئے۔ اب بیدل کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ تلاشِ روزگار میں بہار کو خیر باد کہیں۔ آخر وہ یہاں سے روانہ ہوئے کہ ”راہِ ہندو ایں“ یہی ان کی روانگی کی تاریخ بتاتی ہے۔ اب یہ دہلی پہنچے۔ پہلے یہ عالم گیر کے بوسے سلطان معز الدین کے ماموں مرزا سلیمان سے وابستہ ہوئے۔ سلیمان کی وفات کے بعد شاہزادہ اعظم شاہ سے ملا لگے ہوئے۔ شاعر تو تھے ہی اعظم شاہ سے لوگوں نے ان کی شاعرانہ صلاحیت کا تذکرہ کیا۔ عالم سرور میں شاہزادہ نے ازراہ خوش طبعی کہا کہ میرے لشکر میں ایک سے ایک بہادر نوجوان ہیں۔ یہاں شعر و شاعری سے کیا کام؟ بیدل نے ان کو سنجیدگی پر مجبور کیا اور ملازمت سے دستبردار ہو گئے۔ اعظم شاہ نے خط لکھ کر پھر لایا اگر ان کے پائے استقامت میں جنبش نہ ہوئی۔ بیدل اب متھرا پہنچے۔ وہاں کے حاکم لعل محمد نے ان کی آمد کی خبر سنی۔

تو اپنے پاس بلا لیا۔ اس عمر میں اصل محمد کا بھی انتقال ہو گیا۔ بیڑ چار سال تک تبدیل
شاہ طلیح طبرانی مصنف مرآت دار فوات کے مکان پر مقیم ہے۔ نواب
شکر اللہ خاں نے جو اس وقت میوات میں تھے بیدل کو اپنے پاس بلا لیا۔
ان سے آقا قریبی تعلق ہو گیا کہ زندگی بھر بیدل کے مرنے پر رہے اور ان کے بیٹوں
نے بھی بیدل سے گھر کے لوگوں کا سا بڑاؤ کیا۔

شکر اللہ خاں نے ایک سو پچاس ہزار روپے میں خرید کر بیدل کے
قیام کے لئے دئے دی اور دو روپے پر یہ ان کی گذر بسر کے لئے مقرر کر دیا۔ پچاس
دہائی دروازہ کے باہر محلہ کھیر پائی میں گزر گھاٹ کے کنارے واقع تھی۔ یہیں
بیدل نے مستقل طور پر تیس سال تک اطمینان و سکون کے ساتھ قناعت اور
فارض البالی کی زندگی گزار دی۔ اور مرنے کے بعد یہیں مدفون ہوئے۔

لازمیت ہی کے دوران انہوں نے نشاۃ الی کی۔ ایک نہیں بلکہ چار یہ
معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ ایک وقت یا یکے بعد دیگرے۔ مگر مرے تک اطلاع
مردم ہے۔ عمر کے اخیر حصہ میں جبکہ ان کی عمر چھیالیس ٹھہ سال کی ہوئی تو اللہ نے
ایک عرصے پیری عطا کیا مگر وہ بھی قریب تین سال کا ہو کر بوڑھے باپ کو داغ
مفاقت دے گیا۔ مگر اندسے بہر۔ باپ نے آف زکی صرف ایک دلدوز
مرثیہ لکھ کر اپنے دل کو سکون بخشا۔ لٹکے کا نام دادا کے نام پر عبدالحق رکھا تھا،
جس کو خالق اکبر نے دادا سے جلد ملا دیا۔

لاہور کو روانگی و۔ اب بیدل کی عمر، کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ان کی نگاہیں

نے دہلی میں امرا اور شاہزادوں کی اہم جنگ کا نظارہ کیا تھا۔ بہادر شاہ اول
کے انتقال کے بعد پھر خان جنگی شروع ہو گئی۔ جہاں دار شاہ خون کے
دہیا میں نہا کر تخت پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ ان مختصر عہد سلطنت اور باطلوں اور
کلاؤنوں کے زیر اثر رہا۔ لال کنور رانی بنی رہی۔ دس ماہ میں سلطنت کا تخت
اٹھ گیا۔ سید برادران کی ریشہ دوانیوں اور حکمت عملی سے فرخ سیر تخت
پر بیٹھا۔ امید تھی کہ ملک کی حالت سدھرے گی مگر سات آٹھ ہی سال میں پھر
سید برادران اور فرخ سیر کی ان میں ہو گئی۔ فرخ سیر کو اپنا کر کے آخر موت کے
گھاٹ اتار دیا گیا۔ بیدل بھی اس سے متاثر ہوئے اور شہر و قنات ہے کہ
انہوں نے ایک رہائی کی اور اس کے آخری مصرعے سے تاریخ نکالی کہ "مادات
ہوئے ملک حرامی کردند" سید برادران کے خلاف اس وقت زبان بولنا شروع
کو دعوت دینا تھا۔ بیدل نے خوف زدہ ہو کر دہلی کو خیر باد کہا اور لاہور میں
بٹاوا دل۔ تقریباً بیڑ چار سال وہاں رہے جب سید برادران کا قلع فتح ہو گیا تو محرم
سنہ ۱۰۳۳ میں دہلی واپس آئے۔ اس عمر میں سید برادران نے یکے بعد دیگرے
تین بادشاہوں کو تخت پر بٹھایا۔ رفیع الدرجات اور فیح الدولہ کا میں ایک ہی
سال کے اندر خاک ہو گیا۔ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ میں تخت پر بیٹھے۔

بیدل لاہور سے واپس آتے ہی بیمار پڑے۔ کچھ دن بھاری
وقت بتلا ہے۔ آخر ۱۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان کی نعش کو انتقال
کیا۔ ادا اپنے ہی مکان کے صحن میں مدفون ہوئے۔ قبر انہوں نے دس سال پہلے

ہی تیار کر لی تھی۔ بیدل صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ صوفی فنشیں شاہ صاحب
 بھی۔ ان کے شاگردانی اور معتقدین کا ایک بہت بڑا حلقہ تھا۔ ہر سال
 ان کا عرس منایا جاتا۔ انعام دہی ہوتی اور بڑے دھوم دھام سے مشاعرہ
 ہوتا۔ ان کے اموں زاد بھائی مرزا عباد اللہ کے بیٹے مرزا محمد معین عرس کا
 انتظام کرتے۔ مرزا پر بیدل کا کیا است اور ان کا ورنی اپنی سوٹا (نوالا سی)
 کھا رہتا۔ بیدل کے انتقال کے تقریباً تیس چالیس سال تک یہ سلسلہ جاری
 رہا۔ پھر ان کے معتقدین رہے نہ شاگردان۔ غالب مکان کا پتہ ہے نہ قبر کا نشانہ
 بھیا کہ کہا گیا ہے بیدل اپنے مکونی مکان کے صحن میں مدھون
 طرفین ہوئے جو وہی دروازہ کے پاس تھا۔ گھر عرس کے بعد
 حسن نظامی نے مرزا کی تلاش کی اور مولانا شاہ سلیمان پھلواری کی نشان دہی
 پر ایک اور سے مقام پر جو وہاں سے دو کوس دور تھا نظامی جیہ دربارہ کی
 مال مدرسے ایک ہستان کی مرمت کرا دی۔ اور اس پر کتبہ بھی لگا دیا جو
 قلعہ فیہ کی ایک مستقل یادگار ہے۔

ادیبوں اور ناقدوں کے تاثرات

بیدل! اے بیدل! اے بیدل! اے بیدل! آپ نے بھی کیا ذکر
 نیاز فتح پوری | پھر دیا۔ اس کم بخت میں فارسیت جو یاد ہو بلطوت بل
 پایا جائے یا نہ پایا جائے، لیکن اس کا کیا علاج کہ تخیل کا بادشاہ ہے، نہایت کا
 بیان کا عہد ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک غنڈہ لیدہ ہو ہے جو لفظ اس کے منہ
 سے نکلتا ہے وہ دل میں تیر و سناں کی طرح پیوست ہو جاتا ہے۔
 ہر کجا نکبت گل پیر ہوا رنگ درود

نیست ہر شیدہ کا نہ خود سفرے ی خواہ

پھول گوہ پیر ہوا رنگ کہنا اور نکبت کو گل کہہ دیا مدد دے "حسن تعمیر کی
 وہ حد ہے جہاں نہ نظیری کی رسائی ہے نہ حقائق کی۔ اور "از خود سفرے ی خواہ"
 خود انداز بیان ہے جسے بہت سے ناواقف عربی مغربی لٹریچر کی خصوصیت
 سمجھ رہے ہیں۔ نکات اور پیرہنہ غنڈہ یہ کیا موقوف ہے اس کا تو ایک لفظ کرے
 جاں بنانے کے لائق ہے دشواریاں دیکھئے، رقعات کا مطالعہ کیجئے، قطعات و
 رباعیات پر سر دھنئے۔ لیکن زبان دکھولے، مکن سمجھتا ہے اور کسے سمجھنے کا ہوش
 ہے، وہ غنڈہ کہہ گیا ہے۔

چہ رسد ز نشہ معنوی بہ دماغ بے حس و بے خبر
 نہ پری پہا سے اگر کشی دکان شیشہ گر ان مبر

اس میں کلام نہیں کہ اس نے اپنی ساری زندگی اسی عالمِ حیرت و استعجاب میں بسر کر دی۔ فلسفہء ہجویت میں اس پر طاری کر دیا تھا لیکن کیا اس کی قدر و منزلت کوئی کے لحاظ سے کی جاتی ہے؟ کیا وہ اپنے رنگ و نغزل کی وجہ سے کامیاب شاعر کہا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی کامیابی کا راز صرف اس کا انداز بیان، تنوع و تخیل اور حلوئے تخیل ہے، جو انسان کی صورت و خیال کو مسجور کر کے رکھ دیتا ہے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حلاوت و بیدل کے اس وقت تک کوئی دوسرا شاعر اس رنگ کا پیدا ہوا ہے؟ اس نے عزل کوئی حرکت کر کے جس شاعری کی بنیاد ڈالی اس کے لئے اس نے ایک زبان بھی طوطہ و فصیح کر دی۔ اور یہ خصوصیت تھی جس نے اس کو ایک مخترع اور ہنرمند کی حیثیت سے دنیا میں پیش کیا اور اس اختراع اور سابدراع کو وہ اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ دوسرا راز بیدل کی کامیابی کا یہ تھا کہ وہ فارسی زبان میں شاعری کرتا تھا اور دو کے مقابلہ میں زیادہ وسیع، زیادہ لطیف و شیریں اور زیادہ ایجاز کی گنجائش رکھتی ہے۔ اس لئے اردو میں اگر اس کا حلقہ کیا بھی جائے تو کامیابی ممکن نہیں۔ کیونکہ اول تو بلند سے بلند خیال کوئی ایسا نہیں جو بیدل کی دسترس سے باہر رہا ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اردو میں الفاظ کی کمی اور صورت و عبارت کی زیادتی نے اس کو محال بنا دیا ہے۔

پندرہ سال کی عمر سے اس وقت تک بیدل کا مطالعہ کر رہا ہوں لیکن اس سمندر سے ایک قطرہ بھی نہیں اٹھا سکا۔ بیدل کا ذوق انسان میں عجیب قسم کا ذہنی استغیا پیدا کر دیتا ہے اور وہ اس کی ہر چیز کو لینے کے لئے اس کے

کلام کی جہاں بہ مدتی گردانی کرنے لگتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کی کسی خصوصیت کو نہیں پہچان سکتے۔

مصرعہ اور ا۔ میں سب سے پہلے تیار و مختصر کا مطالعہ کرنا چاہئے، کیونکہ اسی سے کچھ بیدل کی زندگی کا بھی پتا ہے۔ نیز یہ کہ کئی واقعات و حالات سے وہ کیوں متاثر ہوا۔ اس کے بعد نکات پر ملاحظہ چاہئے اور اگر زندگی و فاکتہ سے تم اس کی مشنوں کی تلاوت کرنا چاہئے کہ بیدل کی شاعری کا کمال انہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیدل کا کلام اپنے پیام کے لحاظ سے یکسر غیر متعارف ہے اور زبان کے لحاظ سے بھی درس و تدریس کی چیز نہیں۔ لیکن انداز بیان اور سادگی و تخیل کے لحاظ سے وہ یقیناً اس دنیا کی چیز نہیں۔ بیدل ہی دنیا کا سب سے پہلا اور آخری شاعر ہے جس کی زبان تخیل نے پیدا کی اور تخیل ماورائی اور اکتا کرنے۔

میرزا کو فارسی زبان اور اس کے مصطلحات پر بڑا عبور حاصل تھا۔ اور وقت پسندی، بلند پروردی ان کی خصوصیت تھی۔ انہوں نے نظم و نثر کا انداز ہی بالکل بدل دیا اور وہ جدید اسلوب اختیار کیا جو اس سے قبل فارسی میں رائج نہ تھا۔

بیدل کے متعلق ملک میں دو مختلف رائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے یہاں زبان کا کوئی لطف نہیں ہے۔ حیالات میں ضرورت سے زیادہ تصنع اور آدر ہے اور تخیل کی بلندی غیر مناسب حد تک بڑھ کر دھما ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ بیدل کی شاعری زبان کی شاعری نہیں ہے بلکہ صرف تخیل کی شاعری ہے اور اگرچہ وہ بہت بلند ہے، اس لئے ترکیب الفاظ اور اسلوب بیان میں

پہچیدگی کا پایا جان ضروری ہے۔ کیونکہ مضامین کی رفعت مستلزم ہے الفاظ و ترکیب کی قدرت کو۔ اور چونکہ ابداع و اختراع کو ہر معمولی و مانع پسند نہیں کرتا اور نہ کچھ سمجھ سکتا ہے اس لئے اکثر لوگوں نے اس کے کلام کو مہمل کہہ دیا۔ میرا میلان طبع بھی جی ہے کہ میں اس دوسری رائے کو پسند کروں۔ بات یہ ہے کہ بیدل نے اپنی تمام تصنیفات میں خواہ وہ نظم کی ہوں یا نثر کی، صرف ایک فلسفہ پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ ذات باری کی کنوہ تک پہنچنا امر محال ہے اور انسانی اس بات میں بالکل عاجز ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے وحدت الوجود کو بھی اکثر جگہ بیان کیا ہے اور صرف اسی ایک خیال کے ماتحت اس نے ایسے ایسے بتائے ہیں اور اس درجہ نازک و پاکیزہ جذبات سے کام لیا ہے کہ ان تک ہر ذہن کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ یقیناً زبان کا لطف بیدل کے کلام میں نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی شاعری کسی معمولی عاشق کی غزل سرائی نہیں ہے جس میں پیش پا امانہ جملیات، مجرور وصال کا اظہار ہو، بلکہ وہ بیان ہے ان کیفیات کا جن کا تعلق اس مادی دنیا سے بالکل نہیں ہے اور اس کی شاعری ایک آزاد ہے جو صرف اعماق روح سے پیدا ہوتی ہے اور مدح کے قبول کرنے کے لئے وسیع ترین الفاظ کا لباس بھی تنگ نظر آتا ہے۔

یکمل ہوئی حقیقت ہے کہ جب خیالات بلند مضامین اور بڑے بڑے بات و بات کی کیفیات بجز معمولی اور ناراضات قلب نادر ہو گئے تو ان کے بیان کرنے کے لئے عام الفاظ اور معمولی ترکیبیں بھی کار آمد ثابت نہ ہو سکتی اور لایالہ ان کے لئے

جدید اسلوب بیان، کچھ نئے الفاظ اختراع کرنے پڑینگے اور اسی حقیقت کا اظہار ہے یہ کہنا کہ

”کچھ اور چاہے وسعت مرے بیاں کے لئے“

لیکن عام طور پر وہ مانع ہی ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اس حقیقت کو سمجھ سکیں اور مثال کے تحت پرستی ہی اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ ہر نئی بات کو بغیر استدلال کے قبول کر لیں، اس لئے بیدل کے کلام کو مہمل کہنے والے زیادہ نظر آتے ہیں اسی کشمکش میں غریب اقبال مبتلا ہے جب تک اور وہ میں اس نے اظہار خیال کیا دہلی لکھنؤ کی لسانیات بلائے جہاں پہنچے وہی انصاف ہوگا۔ چونکہ فارسی لباس اختیار کیا تو زبان و ان معجزات اسٹیمبول تبدیل ہوئے۔ حال آنکہ جو کچھ وہ کہتا ہے اس سے قبل لکھنؤ کا دورہ اسے پیش کر سکا اور نہ ایرانی زبان و ان میں اس کی کوئی مثال نظر آتی ہے لیکن چونکہ ان میں صرف سطح تک پہنچ کر رہ جاتی ہیں، یا جہنم کے نزدیک صرف ظہیر آب و رنگ ہی اصل چیز ہے وہ بطور حقیقت کے گھنٹے سے عاجز ہیں اور اس لئے قابل غور۔

ادبیات کا مسئلہ اصول ہے کہ خیال کی نوعیت کے ساتھ طرز ادا کا بدل جانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا اہل نہیں ہے تو اس کو صحیح معنی میں ادیب نہیں کہہ سکتے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن اسی لئے پسند نہیں کیا جاتا کہ انہوں نے اسکو تورات الفصحی بنا کر کی کوشش کی اور شبلی کوئی افسانہ لکھ کے کیونکہ مرآۃ العروس کی زبان پر ان کو قدرت حاصل نہ تھی۔ جس طرح مذہب و سیاست دو علموں میں جبریں ہیں۔ جبر طرز

تاریخ و فسانہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح ان کے لئے طرزِ ادا بھی علحدہ ہونا چاہئے ورنہ اگر اصل چیز صرف زبانِ ذاتی ہو تو یا تو قریبی داستان گو سے زیادہ سیرۂ نبوی لکھنے کا اہل ادب فسانہ لکھ پڑے یا لکھنے کا مستحق لکھنے کے قریب آج سے زبان اور کون ہو سکتا ہے۔

رنگ بیدل کو جو لوگ ناپسند کرتے ہیں وہ وہی حضرات ہیں جو اس اصول سے ناواقف ہیں، اندر ہر خیال کو ایک ہی طبع میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں یہ یقیناً تنقید کی ہے اعتدالی، قیامِ معیار کی نامناسبیت اور ذہن کی نارسائی ہے جس کو کوئی ذی فہم و بالغ جو ہر چیز کو اس کی اصلی جگہ دیکھنے کا عادی ہے بغضات سے زیادہ اندر کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

بیدل میں آسانی کے ساتھ اپنے مدعاے دشوار کو بیان کر جاتا ہے اس کا حال اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی دوسرا اس کی تتبع کی کوشش کرے۔ غالب سے زیادہ سخن گو، سخن سنج کوئی ہو سکتا تھا لیکن طرزِ بیدل میں ریختہ لکھنا استو قیامت ہو گیا۔ ہونکہ غالب کی فارسیت بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے اس میں اکثر جگہ بیدل ہی کے چراغ سے کسب کیا گیا اور بڑھی ہوئی حد تک کامیاب بھی ہوئی۔

بیدل کا کلام اپنے معجزہ کے طائفے میں بلند مرتبہ کا ہے اسی طرح لفظی خصوصیات کے اعتبار سے ایک خاص چیز ہے۔ ایک معمولی مضمون کو بھی وہ اپنے الفاظ و ندرت ترکیب سے آسمان پر پہنچا دیتا ہے۔ مثلاً قناعت کے ہاں مال مضمون کو لکھتے کہ ہر شخص نے اس پر غلام فرمائی کی ہے لیکن بیدل محض انداز بیان سے

اس میں ندرت پیدا کر دیتا ہے کہ مضمون کی فرمودگی کی طرف خیال ہی منتقل نہیں ہوتا۔ جب فرماں روا نے عید را باد کی طرف سے نامہ طلب ہو چکا تو بیدل نے اپنی قناعت کا اظہار کر کے دباں جانے سے ان الفاظ میں انکار کیا۔

دنیایا اگر دہندہ مجھ نہ جائے تو پیش
من بستہ ام منلئے قناعت بہ پائے پیش

پہلے مصرعہ کا مضمون نہایت معمولی تھا، لیکن دوسرے مصرعہ سے جو اس کی توجیہ کی گئی تو شعر عام سطح سے نہایت بلند ہو گیا۔

دوسری چیز جو بیدل کے لئے مخصوص ہے وہ اسکے کلام کا توازن ہے۔ آپ مشکل سے کوئی ایسا شعر یا لہجہ میں میں عدم توازن کا نقص پایا جائے۔ توازن کا میری مراد یہ ہے کہ الفاظ کا اس قدر حسن کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ سارا شعر موتی کی لڑی معلوم ہو اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہ ہو جو ماقبل اور مابعد کے طائفے سے تناسب سمجھا جائے۔

تیسری خصوصیت بیدل کی یہ ہے کہ وہ دفتر کا دفتر مجدد الفاظ میں بیان کر دیتا ہے اور ہر چند بسا اوقات شعر کا تنگ میدان اس کو مجبور کر دیتا ہے کہ بہت سی درمیان کرنا ان کو ترک کر دے لیکن وہ بہ حیثیت مجموعی اپنے وسیع خیال کو ایسے رنگ میں پیش کرتا ہے کہ ذہن سامع از خود تمام متروک کر دیوں کو مریا کہہ کے مدعا تک پہنچ جاتا ہے اور پھر اس کی لذت میں غرق ہو جاتا ہے۔

”ذات باری کے مظاہرہ کا شروع اور باوجود حقا کے اس کا قدرہ ذرہ سے بڑھتا“

یہ ایسا مسئلہ ہے جس کو قریب قریب تمام صوفی شعرا نے بیان کیا ہے لیکن بیدل کی قدمت شاعرانہ ملاحظہ ہو، لکھتا ہے :-

نجدید ناز آشفۂ رنگ لباسِ آرائیت
بے پردگی دیوانہ رنگ نقابِ انگذیت

وہ یوں بھی کہہ سکتا تھا کہ تیری لباسِ آرائی کے انداز کا وہ عالم ہے کہ ہر وقت اس سے نیا ناز پیدا ہوتا رہتا ہے اور تیری نقابِ انگذی کی ادا کا وہ رنگ ہے کہ اس سے زیادہ بے پردگی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس نے پہلے مصرعہ میں لفظ آشفۂ اور دوسرے میں دیوانہ، لکھ کر شعر کی اس حد تک پہنچا دیا کہ اس سے زیادہ ترقی ناممکن تھی نجدید ناز کے متعلق یوں کہنا کہ وہ رنگ لباسِ آرائی کی فریفتہ ہے اور بے پردگی کو طرح نقاب انگذی کا دیوانہ کہنا، مثنوی کو سہرا بلند کر دیتا ہے، اور بابِ ذوق سے محقق نہیں۔ اسی زمین میں اسی معنی کو دوسرے شعر سے یوں ظاہر کرتا ہے :-

ہر جامہ بدن پوشیدہ خود را بہ خود پوشیدہ
در نور شمعوت مضمحل فالوسنی پیراہنیت

شرح کے فالوس کا مضمحل ہو کر شمع کے چھپانے میں کامیاب نہ ہونا ایسی زیادہ بلند بات نہ تھی لیکن "خود را بہ خود پوشیدہ" لکھ کر یہ ثابت کرنا کہ وہ فالوس بھی تیری جامہ ذات ہے۔ اور ذات بھی وہ ہمہ کا حال ہے کہ "ہر جامہ بدن پوشیدہ ہست"

زمین کو خیال کی اس سرحد تک پہنچا دیتا ہے کہ اس کے آنگے پہ دراز محال مسلم ہوتی ہے۔ اس منزل کا ایک اور شعر ہے :-

در نور بہار لم یزدل جو شیدہ از باغ ازل
ہذا آسمان گل در بغل یک برگ سبز لاشفت

معترض سے کہئے کہ "نہ آسمان گل" کی ترکیب کو یہاں سے طحڑہ کر کے کوئی دوسرا لفظ یا فقرہ استعمال کرے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ لفظ جو شیدہ کے ثبوت کو تکمیل تک پہنچانے والا ہو۔ کیا اس میں کامیابی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

بیدل کی قدرت شعر گوئی کا ثبوت مشکل زمینوں میں زیادہ ملتا ہے۔ بعض ایسے چھپیدہ ردیف و قافیہ کی غزلیں ہیں کہ ان میں کسی معمولی شعر کا نکلنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن بیدل وہاں بھی اسی طرح غلاتِ معانی نظر آتا ہے اور اس کی چھپت کرنا کا وہی عالم ہے۔ ایسے ہی ایک مشکل زمین کا مطلع ہے :-

تمام شعر قیم لیکِ خافل کہ دل براؤ کہ می خرامد
جگر بدایع کہ می نشیند نفس باؤ کہ می خرامد

فلسفہ و جد ہے اور خیال نہ ہی کہ کہیہ حقیقت باری کا علم حاصل نہیں ہو سکتا لیکن انہ بیانِ ملاحظہ ہو اور اس کے ساتھ زمین کی دشواری پر ذکاؤ کر کے ردیف و قافیہ کا عروج دیکھئے کہ کتنا ملاحظہ دل نشیں ہے۔

اپنے آپ کو پر تو زور بانی کا ایک مظہر قرار دے کر دوسرا شعر لکھتا ہے :-

اگر نہ رنگ از گل تو مار نہ بہار جو ہم ہستی نما
ز پردہ چاک این کتا بہا فر صغ ماؤ کہ می طرامد

مطلع دیکھئے، ہر کوئی عمر ملال، شاعرانہ اجازت اور لطافتِ رباط کہنے ہیں :-

مگر پیش غلط لگا ہے رسد ہنریا دھال بیدل

وگر مذاں برق بے نیازی پئے کیا وہ کہ می خواہد

پاچھ اس مشت خاک سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جو کہ وہ ہنریا بیدل
اپنا کشمیں بنانا پسند کرے۔

بیدل کہتا ہے کہ کب اس برق کی بے نیازیوں متوجہ ہو سکتی ہیں اور اس لیے ایک
عالم یا میں کہتا ہے کہ اگر کوئی صورت اس کے حصول کی ہے تو صورت یہ کہ شاید کوئی بگاڑ
غلط انداز میں آجائے۔

اس شعر میں ایک لفظ کو دیکھئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہنریا نے نہایت احتیاط سے
لکھے ہوئے ہیں۔ اور اگر ایک لفظ میں علامہ کر کے دوسرے لفظ رکھ دیا گیا تو وہ رنگ
جانتا رہے جو ہمیشہ مجموعی ان تمام لکھنوں کی آب و تاب سے پیدا ہوتا رہا ہے۔

کہاں تک عرض کروں۔ بیدل کا تو مادہ کلام، نظم ہو یا نثر اس طاقت سے منتخب ہے
اور سادہ و صوفیانہ کہنے کے بعد بھی ایک شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی لذت سے سیر
جو چکا ہے۔ شاید چہار عنصر کی ابتداء میں یہ سلسلہ محدود اس خیالی کو ظاہر کرتا ہے کہ

خدا کی حقیقت تک کون پہنچ سکتا ہے اور ہاں یا کسی اور کا اس کے بابت کچھ لکھنا
پاس کی حمد میں کسی خیال کا اظہار کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اس خیال کو لکھتے
لکھتے وہ ایک خوش میں آکر کہتا ہے کہ۔

”خوار سطر اشغلی بر ہوا نگاشت، بنداشت مصنف کتاب آسمانم ہر گاہ ہے
بنیاد و نظریہ بر باد گداشت، روانست عشق طومار کہکشاںم“

یہ عالم اس کی نثر نگاری کا ہے۔ الغرض بیدل میرے نزدیک ایک ایسا شاعر
تھا جس کی مخالفت ملک میں بہت ضروری تھی ورنہ آج اس کے کمال کی کوئی یقینی
دلیل پیش نہ کر سکتے۔

معاف کیجئے حکایت لذیذ تھی اس لیے درازی کی مدت تک چہرہ نہ گئی۔ اب چند
مشکل اشعار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں:-

(۱) یہ خود ہستی ہے اثر چو نقاب شق کتم از ہیا
تو مگر بہ من نظر سے کنی کہ دے عرق کتم از ہیا

مطلب یہ ہے کہ میں اپنی بے اثرانہ کارہ اور فانی ہستی کو ظاہر کرنے کے لیے کیا نقاب
اٹھاؤں کہ تو مجھے دیکھے گا۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی صورت مجھے اپنے آپ کو ظاہر
کرنے کی ہو سکتی ہے تو صرف اس طرح کہ تو ایک نگاہ مجھ پر ڈالے اور میں ایک لمحہ کے لیے
عرق انفجار بن کر نظر آجاؤں مقصود یہ کہ یوں تو میں کچھ بھی نہیں ہوں لیکن اگر کوئی نگاہ
ڈالے تو شاید حقیر حسی دیر کے لیے ندامت کا پسینہ بن کر ظاہر ہو سکوں۔

(۲) اگر دم دید خط امتحان ہو سس کتاب ہنر آسمان
مژہ بر ہم ارم ازیں دواں ہم یکے رقی کتم از ہیا

اس شعر میں بیدل نے دیگر مخلوقات عالم کے مقابلہ میں انسانی شرف کو نہایت
خوب صورت سے ظاہر کیا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کتاب ہنر آسمان ہنرات کر کے مجھ کو
امتحان کی اجازت دے دے تو میں بغیر کسی پس و پیش کے سب کو ایک ورق ہیا
بنا کر رکھ دوں۔ یعنی میرے وسعت خیال اور رفعتِ نظرت کو دیکھ کر وہ شواہد

مقصود ہے کہ کائنات کی کوئی وسعت انسانی قوت مطالعہ کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۳) نیست خراباتِ جنوں مرصہ جو لان فسون
نغزِ مستانِ خوش است آبدِ پیمانہ بر آ

اس شعر میں یہ ظاہر تھا کہ ال "آبدِ پیمانہ بر آ" کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے لیکن انہی کو پوچھا جائے "آبدِ پیمانہ بر آ" تو اسکا الرفع ہو جاتا ہے۔ اس میں "زبیر" اہل نہیں ہے اور آبدِ پیمانہ کی ترکیب وہی جہ ہے جیسے بادیہ پیا، بادِ پیمانہ وغیرہ۔ اس لئے اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ خرابات جنوں میں اگر آفا ہے تو نغزِ مستانہ کے ساتھ اس طرح نہ آؤ کہ معلوم ہوتا ہے پیمانہ ہو رہا ہے۔ یعنی چونکہ بھونک کر قدم ہوا کھو۔ آنا ہے تو بے دھڑک آؤ اور مستانہ وار آؤ۔

(۴) کفِ پائے جملہ نشیں ماہِ خیال کر دیکھیں ما
پئے آرزوئے ہمیں ماہِ چرخِ رنگِ خال

یہ شعر نازک ضرور ہے، لیکن بلند نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس دقت تو ایک معشوق جملہ نشیں کے کفِ پاک یا دے ہمارے خیال پر غلبہ پالیا ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں ہماری آرزوئے ہمیں اگر معلوم کرنا چاہتے ہو تو بے چرخِ رنگِ ہنار کی مدد سے تلاش کیو۔ چرخِ رنگِ حاضرین کفِ پاکی رشایت سے کہا گیا۔ مدعا صرف اتنا ہے کہ اس دقت ہماری جبین ساقی کا مقصود اگر کوئی ہے تو صرف پائے حنائی کا خیال۔

(۵) چو حبابِ یخِ لہاس تو چہ توقعِ دہر ہر اس تو
مذہبانی رہ نہ قیاس تو چہ کشند جبار نہ پیکرت

مدعا یہ ہے کہ اس انسان تو جو اپنی زندگی کا امید و بیم میں بسر کر رہا ہے یہ سب فصول ہے کیونکہ قوتِ امید و بیم ہے اس کا تعلق حباب کی طرح عورت ظاہری بلور سے ہے، پھر جس طرح حباب کا بلوریں اتر جانے کے بعد کچھ نہیں رہتا اسی طرح حباب تعلق جب جسم سے نہ رہے گا تو اس کا بلوریں ہے تو نہ تو رہے گا اور نہ تیرے قیاسات و ادبام۔

(۶) نہ بند و پست بساطِ رنگِ اثر سے نہ دردِ آگہی
کہ چہ بافتِ سبزہ کلاہِ سرود چہ دختِ خندہ قہائے گل

بساطِ رنگ کے بند و پست مناظر سے اثر پذیر ہونے کے بعد اتنا علم بھی حاصل نہ ہو سکا کہ سبزہ کلاہِ سرود بنانے سے اندر خندہ قہائے گل سینے سے جاری ہے۔ ظاہر ہے کہ سبزہ جو بہت پست ہے ترقی کو کے کلاہِ سرود نہیں بنا سکتا۔ اور نہ خندہ گل گل کی چوٹ قہا کو سن سکتا ہے لیکن بساطِ رنگ کی کارگاہ اس قدر بیکار چیز ہے کہ ہمارے ہر ہیں اتنا بھی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۷) بہ خیالِ غنچہ نشستہ ام، بہ خیالِ آئینہ بستہ ام
دل شکستہ کجا روم چو بہارِ ام آبدِ پائے گل

یعنی میں ایک غنچہ کے درمیان بیٹھا ہوں اور ایک آئینہ کے خیال سے وابستہ ہوں۔ اور وہ غنچہ یا آئینہ میرا دل شکستہ ہے، پھر اب میں اس کو چھوڑ کر کہاں

اسکا ہوں کیونکہ میری حالت تو ایسی ہے جیسے بہار کہ جس طرح پھول اس کے پاؤں
آبلہ جیسی طرح یہ میرا دل میرے پاؤں کا چھالہ بنا ہوا ہے۔ نہ بھول بہار سے
بدا ہو سکتا ہے نہ میرا دل شکستہ ہو سکتا ہے۔

(۸) تو بدست گاہ چو آمد و در طرب و ناکفی آرزو
کہ نہ ساخت کا سٹے رنگ دیو بہ مزاج خند گشتے گل

تو کس اعتبار پر یہ آرزو کرتا ہے کہ مسرت و طرب تیرے ساتھ وفا کرے
مٹائے گل یہ تو جانتا ہے کہ خند حاصل کرے لیکن اپنے کا سٹے رنگ دیو کو اس
بائیں نہیں بناتا۔ مدعا یہ ہے کہ ہم خود اس کے اہل نہیں ہیں کہ موردِ لطف و کرم
ہوں، شکایت کس کی؟

(۹) بہ کجاست آنقدرم بقا کہ تاملے کندم وفا
عرق عجالت فرستم سمن الف وال زمانیم

مجھ میں اس قدر بقا کہاں ہے کہ کوئی غور نہ تامل کر سکوں، میری ہستی تو گویا
فرستدگیِ فرست کا پسینہ، وہ انفعال زمانہ کا نہ ہے، یعنی میرا وجود تو ایسا ہے
کہ اگر لفظ فرست اس کے آگے استعمال کیا جائے تو وہ شرم سے عرق عرق ہو جائے۔

(۱۰) بہ نسر و نم ہمہ تر الم، بہ تردد آبلہ در قدم

جو عیار در داغ نشستم، چو شکر سنگ روانیم

نسر و نم کے لحاظ سے کیسرور و الم ہوں اور چلنے میں بالکل آبلہ پا اس لئے کیا
میل بیٹھا اور کیا میرا چلنا کہ اگر بیٹھوں بھی تو عیار کی طرح، جو حقیقتاً بیٹھنے کے لئے عار

ہے اور چلوں بھی تو آنسو کی طرح، جو فی الحقیقت شکر روانی ہے۔ اپنے آپ کو
آبلہ در قدم کہہ کے شکر سے تشبیہ دینا ہزایتِ خوب ہے۔

میں بیدل کا شمار ان شعرائیں کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ان کے کلام کا
مفہم سمجھنے سے عاری ہو تو اسے کھانے کی کوشش نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ شعر کا لطف
صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب بغیر وساطتِ توضیح و تفسیر کے و بعد ان طو پر
ذہن نشیں ہو جائے۔ پھر چونکہ ہر شخص کا ذہن ایک مخصوص دائرہ کے اندر کام
کرتا ہے اس لئے جب اس دائرہ سے ہٹ کر کوئی چیز اس کے سامنے آتی ہے تو
اس کا ذہن مشوش ہو جاتا ہے اور اگر کسی کے کھانے سے مفہم سمجھ میں آ بھی گیا تو وہ
لطف حاصل نہیں ہوتا جو ان کو دیکھنے سے پیدا ہو سکتا ہے

بیدل کو شاعر کہا جائے یا نہ کہا جائے مجھے تو اس میں بھی تامل ہے۔ کیونکہ
اس کی تشکیل اس درجہ نادرک ہے کہ غیر معمولی ذہانت رکھنے والے بھی بعض اوقات
اس کی نزاکت تک نہیں پہنچ سکتے۔

بیدل ایک مجذوب ہے۔ شاعر نہیں۔ جو کچھ وہ کہتا ہے اسے شاعری کے
افضلہ نظر سے دیکھنا غلطی ہے۔ بلکہ ایک زندہ ذلیلیدہ مو ایک سرسبز بھو اذوہ
مجزوں کی حیثیت سے اس کی آواز کو سننا چاہئے۔

چند اشعار اور بھی ہیں میں اپنی ذہن و فراست کے مطابق ان کا مفہوم تو میا
کے دیتا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ وہ لطف جو بغیر تفصیل و تشریح کے حاصل ہونا چاہئے
وہ قادی کو حاصل نہ ہو گا۔ میں یہاں صرف مفہوم ظاہر کروں گا تعبیرات شاعرانہ

کو قارئین کو دیکھ لیں۔

(۱) یہ کد ام فرصت از میں چن ہوس از بھولی اثر کشد

شب فوں یہ عمر خضر زرم کہ نفس شراب بحر کشد

اس شعر میں مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کاد کا جو عالم میں انسانی تنگ و دو کی چوس
والہ حدود جو حافیت ہے کیونکہ انسان تو یہاں فرصت کے کہ آیا ہی نہیں۔ اور بڑی
سی بڑی فرصت و مہلت ہی حدود جو مختصر ہے۔ پہلا مصرعہ

اتنی فرصت کہاں کہ اس چن یاد دنیا میں ہماری ہوس کوئی تیجہ پیدا کر سکے۔ دوسرا مصرعہ

کیونکہ اس تنگی فرصت کا عالم ہے کہ عمر خضر مل جائے تو بھی وہ اس سے زیادہ

لام نہیں دے سکتی کہ یہ مشکل ہم شام کو بحر کر سکیں

(۲) شکست ز اس چشم فتنہ مائل خبار اماں بہاں بمل

مباش ز افسوں سرمہ غافل ہنوز دیتے ست زیر سنگش

محبوب کی چشم فتنہ پر داز کا یہ اثر ہے کہ ہاں بمل سے خبار اماں کا ٹوٹ گیا یعنی بمل تڑپ

کر مر گیا اس لئے اس وقت سے غافل نہ ہو جب ان آنکھوں میں سرمہ بھی لگ جائے تو اس

وقت خدا جانے وہ اور کیا قیامت ڈھائیگی۔ سرمہ کے متعلق یہ کہنا کہ "ہنوز دیتے ست

زیر سنگش" صرف اس لحاظ سے ہے کہ لیاہ ہونے سے قبل وہ کھری میں پیسا ہوتا ہے

(۳) بکدام آئینہ مائلی کہ ز فرصت اہم غافل

تو نگاہ دیدہ بملی مرزہ و اکن وہ کفن و آ

تو کس تمنائے میں معروف ہے، کس آئینہ کے سامنے اپنی زینتیں امداد میں لگا ہا

ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو تھڑی سی فرصت تجھے ملی ہے وہ دیدہ بمل کی آخری نگاہ

سے زیادہ بڑی اس لئے آنکھ کھول اور کشا کے اندر آجائے تیرا قسمت کا اقتضا اس

سے زیادہ بڑی ہے۔

(۴) ہر عمر با تو قدح ندیم ضرورت رنج خمارا

چہ قیامتی کوئی رسی نکست از بہ کستار ما

یہ شعر صاف ہے دریا پر ظاہر تر ہے کہ عاشق کی تمنائیں و مل جو جب باب میں اس قدر

محبوبت و محبت میں کہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ جو بے گناہ ہے کہ ایک عمر گزری تو بڑے

ساتھ باہر تواری میں معروف ہوں لیکن خار مروی اب تک نہیں گیا۔ خدا کے لئے بتا

یہ کیا قیامت ہے کہ باوجود پہلوئے منتعلی ہنسے کے بھی میرے پہلو سے جدا ہے۔ باوجود

آغوش میں ہنسنے کے خوش سے ملا دھبہ۔

مولانا روم سے متعلق میری رائے ساری دنیا سے مختلف ہے۔ نظم و زبان کے

لحاظ سے اس کا کوئی پائین نہیں اور معنی حیثیت سے بھی۔ مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر

نہیں آتی۔ سعدی کو میں ان سے بہت بلند پایہ سمجھتا ہوں اور عطار کو ان کو زیادہ

دلچسپ اور بے پوچھے تو مجھے عراقی بھی ان سے بہتر نظر آتا ہے۔

زبان و بیان دونوں کی نیکل اگر دیکھنا ہے تو بدلی کی حکایتیں پڑھئے۔ مولانا روم

کے کلام میں بخودی ضرور پائی جاتی ہے لیکن *Almanax* (فقط سروج) اس میں بھی نہیں

ہے۔ بیدل کے سے ٹکڑے اس کے یہاں کہاں۔

(خجاری یا نفاری رائے ہے اس کا ہندو اپنا شکل ہے)

بند را بن و اس خوشگو | آن حضرت در فهم معنی توحید و بندگی
 و زبده بود. و مسائل آن را از محل این فن به تحقیق کمال رسانیده درین قدح
 جفید و بایزید وقت نمود بود. بسا تعدادی که مولوی مدعی در مشهوره شریف
 ابن عربی در خصوص انکم بیان کرده آن همه را بشرح و بسط تمام با تشبیحات
 تازه و رنگی بی اندازه و کلام خودیست چون نمک حبیب مختلف سخن شور انگیز توحید
 است در سخن طرز بندگی اختیار نمود و سر رشته توحید از کف نمی دادند.
 و همه اشعار سخن این رعایت منظور است و او در این فن از استادانی
 است که صاحب طرز خاص شده اند و از زمانیکه زبان به سخن آشتناشد این
 طرز مخصوص بدست کسی نیامده. قسم به جان سخن که جان من است و خاک پای
 ارباب سخن که ایمان من است که فقیر درین مدت عمر که چاه و شش مرط
 طی کرده یا هزاران مردم کعبه پر خورده می باشم لیکن به جامعیت کمالات و
 حسن انشاد و برتری و بهماری و شگفتی در سائی و تیز نمیشی و زود رسی
 و انداز سخن گفتن و ادب و مباشرت و حسن سلوک و دیگر فضائل انسانی
 آنچه او ندیده ام. بالجملة آن جناب از الهیات و ریاضیات و طبیعات
 کم و بیش چاشنی بلبل گردانده بود و به طبابت و نجوم و رمل و جفر و تاریخ
 دانی و موسیقی بسیار آشنا بود. تمام قصه مهابهارت که در مهابهارت از آن
 معتبر تائی نیست بیاد داشت. و در فن انشائی و تلیف و تالیف چاه عنصر

و دهقات او برین دعوی ذیل ساطع است (سفینه خوشگو)
 (دارد نه یک تذکره مرآت و احوالات
 شاه محمد شفیع وارد) لکھا تھا جواب ناپید ہے. شفیع نے
 اپنے تذکرہ شام غریباں میں جو پاکستان سے شائع ہوا ہے بیکل سے
 متعلق جو عبارت تھی نقل کی ہے. چونکہ یہ تذکرہ عام نگاہوں سے
 پوشیدہ ہے اس لئے یہاں اس کی نقل کر دینا مناسب سمجھا گیا

طائر خوش نوا و وجود میرزا از گلستان عدم در اکبر نگر
 عرب راجع محل از مالک بنکال پیر پیر از کثود و لدی درل سر زمین
 معاش بحمیت بسر برد و در کمال جوانی روبر بندوستان آورد و سخت
 در صحبت میرزا سلیمان خالوی تحقیقی سلطان محمد معز الدین خلف
 شاه عالم بن عالم گیر مالا باسر برد. بعد فوت میرزا سلیمان در ملک
 از دنیا اعظم شاه بن عالم گیر منسلک گشت بیست الفز دلوان و اعتبار
 گردید. روزی یکی از مقربان بساط سلطنت. شاعر میرزا بهر
 بادشاه رسانید. شاه پرسید این اشعار کیست؟ عرض کرد کہ از میرزا بیدل
 شاه. بر سبیل خوش طبعی فرمود بیدل را درل شکرانہ تمام حواریا پر دل
 اند چه کار؟ میرزا بهر وجود استماع این فحوائی خارج آہنگ از آن مقام
 قدم بہ وادی سفر گذاشت. پس از قطع منازل در بلدہ متہرا رکسار دریل
 جن اقامت گزید. لعل محمد نامی حاکم آن مکان نائب حسن علی تھا، بہادر

الله و درین حال از قدم میرزا اطلاع یافته در دلجوی و خاطر داری کوشید
میرزا نیز دلداده صحبت او شد. اتفاقا سلطان عالم گیر که در دکن بود
علی محمد را بحضور خود طلبید. لعل محمد بموجب حکم بادشاه جبراً و قهراً
روبراد سفر دکن آورد و در عرض راه سمند عزیمت بصوب اقلیم عدم جلوه
ییز یافت. میرزا تا مدت یک و نیم سال در خانه راقم این اوراق به
تشویش معاش و حل اقامت انگلستان آنکه قاصد شکر الله خاں که
در آن ایام به حکومت بلاد غارتول من اهل میوات می پرداخت پیش
میرزا رسید و بکوشش و شستیاقی تا راسه رسانید. میرزا از وقوع چنین
اتفاق و از این اطلاع بهین نموده روی توجه بصوب خاں مذکور آورد و تا
انقدر سر رشته حیات خاں مذکور نوسه فی مابین مشغول تمام داد
اخلاص است بشد که خیال مفارقت معنی بیگانه بود. بعد رحلت خاں مذکور
سه فرزند سعادتمندش که نخستین به خطاب پدر یعنی شکر الله خاں
مخاطب گشت و دینی شاکر خاں و پیوری میرکم الله خاں عاشق
تخلص که آخر کار ب خطاب نیای خویش یعنی قاضی خاں رسید و برپاسی
خاطر و حفظ مرتب دلجوی بعدی کوشیدند که میرزا بطریق زندگانی را تا
به تمام سکنه مرتب و دولت و قیامت خاطر گزینانید. در باب نسب
خویش آنچه میرزا در نظر می آید از بعد ذکر تقریر کرد این است که سلسله
اجداد میرزا مفتوح بهر زمان بنورین منظر بادشاه فارس نمیدوخت. نویسنده

حافظ خیرازی می گردد. هنگامیکه شاه منصور با امیر میمور مصف. آرائی
نموده گشته گردید اولادش و احفادش رو به صوب بخارا آوردند.
چندین پشت میرزا در ماوراء انهر اقامت داشت. بزرگوار میرزا
از آن مکان مفارقت در زریه در مکتب بنگاله رحل اقامت انگلستان
بعد انقضای یک پشت آقاپ وجود میرزا از مطلع به سعادت
طالع گشت. میرزا به پیرایه اطمینت آراسته. و بزرگوار صاحب کمال
پیراسته بود. خالق کریم توبه خاص در حق آن برگزیده خود عام فرموده که
در تمامی مدت حیات خیال تحصیل اسباب دنیوی بخاطرش خلط
دکرد و دمام به جمعیت معاش با کمال اهتمامش انقباض عزیز لب بر برد
و امیران عظام و صاحب ثروتان عالی احترام به ادب تمام داشت تیاقی
لا کلام معین اندوز مجلس خاموشی گشتند و میرزا در مدت اقامت
خانه مستکر الله خاں و فرزندانش کمتر بدید و او بدید ایمان عصر قدم
فرمای گردید. حسن شریف میرزا به هشتاد و ریده و رحلت میرزا این
خاکدان فنا به سوسه دار العنای بقا و زنجش چارم ماه سفر سه
یک هزار و یک صد و سی و دو واقعه شد.

(مرآة دار فاست به وسیله شام غریبان)

بیدل محض باقوی نیست. ده انفس

خواجه عباد الله اختر | آفاق کا مشاہدہ غارتل سے کرتا

ہے۔ اس کے کلام میں صرف شاعرانہ تخیل حسین الفاظ کے زیور سے آراستہ نہیں۔ حکیمانہ تفکر بلند پایہ بھی ہے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں دلیل اس کا کلام ہے۔ میں تو میں علامہ اقبال سی بلند پایہ شخصیت بھی یہ اعتراف خراج دل سے کرتی رہی کہ میں بیدل کی سطح کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔ بیدل مشکل پسند سمجھا گیا لیکن یہ تصور فہم کا ہے اس لئے جب تک بلائے اس کے کلام سے مانوس نہ ہوں اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔

بیدل ان شعرا میں نہیں تھے جو صرف
ڈاکٹر عبد الغنی فن برائے فن کے قائل ہوتے ہیں

شعروں میں اپنی بے نظیر مہارت وہ کسی اعلیٰ تر مقصد کے حامل کر سنے کے لئے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ ایک ایسا مقصد جو فن سے بدرجہا بالاتر تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا فن صرف ان کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنے۔ زندگی میں ان کا ایک مقصد تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا فن ان کے مقصد رفیع کے تابع ہو۔ انہوں نے اپنی غیر معمولی شاعرانہ صلاحیتیں انسانی فوژو فلاسفی کے لئے استعمال کیں۔ اور یہ بے نظیر کارنامہ انہوں نے اس عہد میں سر انجام دیا جب کسی کے دل میں یہ خیال تک موجود نہ تھا کہ آرٹ اور اسٹیل مقصد کے لئے بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔

قدرت اللہ قاسم - مجموعہ لغز شعر فارسی برتانت و استواری

وزن و نکتہ و پختہ کاری می گوید۔ قادر برگونہ سخن است۔ اگرچہ برخی از زبان دانان ایران زمین و شطری از بندی نہ اوں معانی آذین۔ پای انصاف از دائرہ منصفی بیرون کشیدہ در پوستان تیش می افتد الرش زبان ایران را کسی گوید کہ پنج بیت غزل بلکہ پیاپی مصرعہ رباعی بزبان اردوئی معلیٰ بخویند با وصف عمر بسر بردن در ہندوستان جنت نشان در دست سر انجام توانستند داد تا بہ تدوین دوادیں متعددہ صحیحہ از ان قادر سخن بہ آں پختگی و تمانت بزبان ایشان انعام یافتہ پدید رسد۔ زہی انصاف دشمن بر مردی کہ بہ خطای محارکہ کہ جای چند اتفاق افتادہ خردہ گیرند۔

بیدل عجیب و غریب مزاج و کردار کے
مجنون گورکھ پوری پیدا ہوا تھا۔ اس کو کوئی پناہم خیال یا ہمنوا

نہیں ملا۔ وہ خود ساری دنیا کو غیر قابل سس پاتا تھا۔ اور ساری دنیا کے لئے وہ اجنبی تھا۔ بیدل کا ترجمان (OLIQUE ART) یہی ہے، باتوں سے زیادہ باتیں اور ہر گزیر پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کو سننے اور سمجھنے کے لئے بڑے تربیت یافتہ اور بالائے ادراک کی ضرورت ہے۔

وہ ہر موقع پر حسی تشبیہیں اور نئے استعارے ایجاد کرتا ہے اور ان میں نئی کیفیتوں کا سامان ہمارے لئے مہیا کرتا ہے۔

بیدل اپنی شخصیت، اپنے فکر و احساس، اپنے سوز و گداز

کے اعتبار سے ایک جھپٹتا ۱۰۰ لے ایک بڑی مدت تک لال شعرو
سن کے درمیان باہر کا بھگدیا اور قبول رز۔ اس کو خود دنیا کی نادر سائی اور
اپنے بلند مقام کا احساس تھا وہ جانتا تھا کہ اس کی بہت سمجھا کر اس کی نہیں۔

بیدل کی حق تلفی خود اس کے زمانے سے آج تک ہو رہی ہے اس
کے ہم عصروں نے اس کو سمجھا نہ بعد کی نسلیوں نے اس کی قدر کی۔ دنیا نے اس کو
رواجی معیار اور دستور کے مطابق نہیں پایا تو اس کو خارج آہنگ کہہ کر کنارے
کر دیا اور اس کا اثر محدود ہے چند باذوق خواص کے حلقے تک محدود رہا۔ اس
کی خارجہ اچھی کیا تھی اور اس کا اصل راز کیا تھا اس کو سمجھا ہے۔

سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ وہ بے دل انسان
تھا۔ وہ دنیا کے جھوٹے رسم و رواج اور زندگی کے سطحی اور عارضی مفروضات
کو خاطر میں نہیں لےتا تھا۔

بیدل نئی ترکیبوں اور نئے اسالیب کا پروردگار ہے۔ کسی نے
اس نکتہ پر غور نہیں کیا کہ نئے ترکیب یا استعارے اختراعات تو ایک طرف
بیدل جب کثیر الاستعمال الفاظ بھی اپنے شعر میں لاتا ہے تو اپنی ابدائی قوت
اور انہی شقائق خیال سے ان میں نئی توانائی اور نئی بلاغت پیدا کر رہا ہے۔
بیدل مجرّد کو جسم اور غیر محسوس بنادینے کے فن میں بے مثل دستگاہ
رکھتا تھا۔

بیدل بڑا دانشور تھا۔ دانشور وہی ہے جس کی کہیں یا بتائی ہوئی باتیں

اس کے عہد کے بعد بھی غیر متناہی زمانے تک کچھ بڑے ہوئے مثنویات
سے ہندے کام آسکیں۔ ہم محسوس کرتے گئے ہیں کہ ایران و ہندوستان
کے تمام شعرا میں گنتی کے چند کو چھوڑ کر سب بیدل سے بڑا مرثیہ اور معلم
افلوک تھا اور اصلی فن وہی ہے جو اخلاق کی تہذیب میں مددگار ثابت ہو۔
اگلے زمانے کے فارسی شاعروں میں بیدل سے بڑا حکیم اور مفکر مشکل
سے ملے گا۔ اس کو تخلیق اور کائناتی وجود کی جدلیت یعنی ارتضاد اور متناقض
بالطاعت اصلیت کا درک تھا اور وہ اندرونی تضاد کو بیان کرنے کے نئے
طریقہ طرز پر اسے اختیار کرتا تھا جو غیر مانوس ہوتے ہوئے بھی جمیل و دل کش
ہوتے تھے۔

واقعی بیدل بہ قول غالب ایک محیط بے ساحل ہے۔ اس کی
کائنات فکر کا رنگہ انحدود ہے۔ دنیا اور انسان کی خلقت کے راز، انسان
کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور مسئلوں میں کون سا پہلو یا مسئلہ ہے جس پر بیدل
کے غور و فکر کیا ہو اور جس کے متعلق اس کے دل پر ایمتیں یا اشارے نہ ملے ہوں
حکمت و فلسفہ، اخلاق و معاشرت، مذہب و معرفت کیا ہے جو بیدل
کے کلمات نظم و نثر میں نہ مواد جس میں بیدل ہمارے لئے ایک مجتہد کی حیثیت
نہ رکھتا۔ نہ مہامین اور اسالیب و فن میں بیدل۔ کہ وہاں بیجا امتیازی نوع
ہے اس کی مثال فارسی یا اردو کے کسی دوسرے شاعر یا نثر نگار کے وہاں نہیں
مندی۔ بیدل کی زندگی کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ اس کا نیرنگ سار

تخل کسی مقام پر بند نہیں۔ ہر قسم کے تجربات و واردات کے اظہار پر اس کو قدرت حاصل ہے لیکن اس کا اسلوب آنا اچھوتا ہوتا ہے کہ ہر شخص اسی کو سمجھ نہیں سکتا اور یہ اسلوب اچھا اس لئے ہوتا ہے کہ ہر واقعے پر تجربے اور ہر چیز کو نئے زاویے سے دیکھا ہے۔

پروفیسر امیر حسن عابدی
 بیتل سے سبک مندی کو بلند ترین منزلوں تک پہنچا دیا اور ان کی نظم نثر کو سمجھنے کے لئے غیر معمولی فکری اور تخلیقی ورزش کی ضرورت پڑتا ہے۔ ہدایتان افغانستان اور تاجکستان میں تبدیل بہت مقبول ہوئے۔ افغانستان میں تو بیدل کی شہساز بن گئی ہے۔ اور بعض علماء بیدل شناس کہتے جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ بیدل کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت کم لوگ ہیں جو بیدل کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

سر خوش
 بیتل نثر کی رنگیں می بنگار و در تفر و توکل بادشاہ وقت خود است۔ (کلمات انکسار)
حسین قلی خاں
 بیدل طرز جدید و مسلک نو اختیار کردہ در نظم و نثر بقائیت دست قدرت داشتہ۔ (انتشر عشق)

تصانیف بیدل

- بیدل نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتا تھا۔ چھپیدہ بیانی کے باوجود اسلوب نگارش میں بھرپور فنی اور شاعرانہ لطافت پائی جاتی ہے۔ بسبب گوی کے باوصف زور و بیان میں نیکیاں روانی اور شادابی ملتی ہے اور اس حیثیت سے بیدل اپنے رنگ کا منفرد شاعر و نثر نگار ہے۔ اس کی تصانیف نظم و نثر کی تفصیل حسب ذیل ہے
- ۱۔ غزلیات۔ دیوان غزلیات بہت فطیم ہے بکیت اور کیفیت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ ان میں شاعرانہ خیال و تخیل کا ایک عالم نظر آتا ہے۔ اشعار کی تعداد پچاس ہزار کم نہیں۔
 - ۲۔ رباعیات۔ دو ہزار رباعیوں سے کم نہیں جن کے اشعار کی تعداد چار ہزار ہے۔
 - ۳۔ قطعات و مخمسات و ترکیب بند و ترجیع بند وغیرہ بے شمار ہیں۔
 - ۴۔ محیط اعظم۔ یہ مثنوی جو بیس سال کی عمر میں سنہ ۱۱۸۷ھ میں لکھی۔ اس میں چھ ہزار اشعار ہیں یہ فردوسی کی شاہنامہ کے بحر میں ہے اور گویا پہوری کے ساقی نامہ کا جواب گریدیل خود کہتا ہے کہ ایں مقامہ حقائق است نہ ساقی نامہ اشعار پہوری۔
 - ۵۔ طلسم حیرت۔ یہ مثنوی میں لکھی گئی ہے ایک نمونہ کی مثنوی ہے۔ حقائق و معارف اور کوئی عالم کو نمونہ کی ایک پیش کیا ہے۔ چنانچہ کی یوسف الخاں کے بحر میں ہے۔ اس میں چھ ہزار اشعار ہیں۔
 - ۶۔ طور معرفت۔ اس مثنوی میں مناظر و مظاہر قدرت کی بھرپور دکائی ہے۔ بیدل نے کوہ بیاض اور جہانگیرت نامہ لکھا ہے۔ وہ اشعار میں جلوہ گر ہیں۔ شہنشاہی ہزار۔ یہ صرف دو

ہر جہانی را کہ خوش گل کند عجم است : آب حیات لکھوے از محیط اعظم است
 ۷۔ عرفان۔ پینڈی سنگھ ۱۹۲۲ء میں مدم ہوی اور اس میں گیارہ ہزار اشعار ہیں۔ ان کا تصنیف
 میں پہلی کوئیں سال لکھے گئے۔ یہ عدد نشانہ کی بھر میں ہے اور کائنات کے متعلق اور فلسفیانہ
 نکات کی اکثر بحث ہے۔ بیدل کو اس مثنوی پر ناز تھا۔

۸۔ تفسیر المہوسین : یہ مثنوی زر پرتول اور مہوسوں کی خدمت میں ہے اس میں کئی دوسو اشعار ہیں
 ۹۔ بیانہ مثنوی۔ اس مثنوی میں ۳۶ اشعار ہیں جو گھوٹے، لڑتے اور تھوڑے کی تعریف و تریف
 میں لکھے گئے ہیں۔

۱۰۔ قصائد۔ ۹۰ قصائد میں جو زیادہ تر نصیحتیں ہیں جن میں بیدل نے ذاتی اور عرفی کے قصیدوں کے
 نتیجے میں روزِ قلم صرف کیا ہے۔ چند قصیدے ان کے محسنین اہلب کثان میں ہیں جو جوڑا
 بنیں جگہ دوستانہ ہیں۔ انعام : اگر ام کا لالچ بیدل کو مطلق نہ تھا۔
 ۱۱۔ چار عنصر : شری کے کتاب گویا بیدل کی آبِ حیات ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ یہ ہیں سال
 کے عرصے میں لکھی گئی۔ تکمیل ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔

۱۲۔ رقصات : بیدل کے ۳۱ رقصات کا مجموعہ ہے جو اپنے اعزہ و احباب اور کم فراوان
 سے نام اپنے طرز و اسلوب خاص میں لکھے ہیں۔

۱۳۔ نکات : یہ کتاب چار عنصر کی مختلف مطالب کو انداز کے مختصر جملوں اور دل پذیر
 اسلوب میں اشعار کا آمیزش کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ جانشی پاشا
 نے مثنوی گلشن راز شمس علی اور بابائے عمر خیام کے ترجموں کے ساتھ دہلی سے ۱۹۱۵ء میں شائع کیا ہے
 بیدل کی شری تصانیف کی سطروں کو اگر بیت تھوڑا کرنا چاہو تو کل تصانیف کی ابیات
 ایک لاکھ سے بڑھ جائیں گی۔ یہ بیدل کے کمال کا نمونہ ہے۔ بیدل نے اپنے خیالات کو تو کیا
 ۱۲ سیر و زنی ہوا اسی کے برابر زہر و حیات لکھے۔

بیدل، غالب اور اقبال

حسن فکر میں تینوں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ غالب نے بیدل کو
 "محطہ ساحل" اور "قلعہ نصی" کہا۔ اور بار بار بیدل کو پسند کیا غالب کے یہاں
 بیدلیت بہ خدمت ہے۔ غالب کے یہ اشعار دیکھئے معلوم ہوتا ہے بیدل کا قلم ان کے ہاتھ
 آگیا ہے۔

نفس با صورت دم ساز است امروز : خموشی محشر راز است امروز
 رنگِ شکم شرابے ی نویسم : کفِ خاکِ خباہے ی نویسم
 نجات گزہ ای دایم ز احباب : تھانِ خویش می شویم بہ مہتاب
 پھر شعر دیکھئے۔

خطِ برستی عالم کشیدیم از خرد بستن : ز خود فریمیم ہم بنویشتن بر دیم دنیا را
 اقبال بھی بیدل سے کچھ کم متاثر نہیں۔ خیالات بیدل سے مستفیض ہوتے
 ہیں۔ مسئلہ خودی و بخودی، زبان و مکالمہ و وجود و عدم، درسی علی، عظمت انسانی سے
 متعلق اقبال کے جو خیالات ہیں وہ بڑی حد تک بیدل سے اثر پذیری کا نتیجہ ہیں۔

اب غالب اور اقبال کے ایسے اشعار پڑھئے جو مطالب در مفہوم
 میں بیدل سے ہم آہنگ ہیں اور کہیں کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماز ایک ہی
 ہے آواز مختلف ہے اور کہیں یہ بھی کہ ماز و آواز دونوں میں یکسانیت اور
 ہم آہنگی ہے۔

بیدل اور غالب

بیدل

خلق پر غم دو دو دل و دانہ بگرد
خاک پر صرف گل و سنبل شدہ باشد
در جستجوی مانده کشی ز محبت سراغ
جانے ریدہ ایم کہ عقانہ می رسد
مظلم از عہ پرستی تو دماغیہا نہ بود
یک دو ماغراب دارد گریہ مستانہ را
تکے ز خلق پر دہ برد انگنی چو غمخیز
مردن بہ از نجابت بسیار زیستی
ہر کای گذری گرد پر طاؤس است
نقش پایت چہ قدر تو بلبلوں می گذرد
لب زودا ندیم از رخ دوی انشا کنیم
در میان ما توں ما تو ما توں می شود
من و ما ز دکان خود فروشیاج حرف آبی
جلون این فضول در سر منصور باشد
محبایم و آرزو با قیست
و مل با تنگ آرزو
طریق عشق دشوار از آئین خود بگزر
حریف کفر از خوں بندگی بالے جان شو

غالب

سب کہاں کچھ لالہ دل میں لپٹا کر
خاک میں کیا صورتیں ہونگی گہنہاں ہو گئیں
آگنی دام بندن جن تہ چاہے بچاے
دعا فضا ہے اپنے عالم لکھری کا
مے سے غرض نشا ہے کسی رو بہاد کو
اک گونہ بخودی مجھے دن رات تھامے
وہ زہر ہم ہیکل ہیں روٹنا ہی غمناکے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کیلئے
دیکھو تو دل فریبی انداز نقش پا
موج خریم یار بھی کیا گل کتر لگی
ماہاں میں خودیم اما خود از دیم دوی
در میان ما و غالب، ما و غالب مالک است
قلو اپنا بھی حقیقت میں ہے وہ لیکن
ہم کو منگوز تک نرقی منصور نہیں
تاکہ امیں جلوسہ زان کا فردا می لو استم
کہ جہم شوق در دل اتقا ہے علم
دولت بظلمت نہ بود از سنی ہشیاں شو
ما فرقتوانی شدنا چار سہاں شو

بیدل اور اقبال

بیدل

طبت اتحاد خلق اوج و حقیقہ قدرت است
زینہ سبھا بولہب خیم ہمیر بودہ است
باہر کمال اندکی آفتنی خوشی است
ہر خیز عقل کل شدہ ہی بہ عنوں ہاش
گویند بہشت است ہمراحت جاوید
جائیکہ برداشت نہ بیدل چہ مقام است
دل اگر بخواست محبت بی نفاں بوداں چہا
رنگ سے بیرون نشست از لیک دنیا رنگ بود
ہر دو عالم خاک شد با نیست نقش آدمی
لے باز نیستی از قدر خود آگاہ ہاش
دمیدہ است چرخ ز گس دریں تماش آگاہ
ہزار چشمہ یکی را نصیب دیدن نیست
بہر دول تھان یافت ہر چہ خواہی یافت
کدام پنج کہ در خانہ خواب تو نیست
وہ بہر چہ ہی رہی ہم و در، دارد نگاہ
زاہد از خود دوس ہم مطلب جز دنیا نیست
آنچہ نہ بود و ہم نیست بغیر از تلف
آنچہ بید نہایت نیست بجز انقلاب

اقبال

ستیزہ کار را ہے زل سے تا امروز
پراخ مصطفوی سے شرار بولہبی
اجھا ہے دل کے ساتھ ہے باہاں عقل
لیکن کہیں کہیں اسے تہا بھی چھوڑے
مرا ہی خاکدان میں از خودی بریں خوش تر
مقام ذوق و شوق است ہر کم سوڈ ماراں
پر تو حسن تو ہی نہت بیرون ماند رنگ
صورت چہ پردہ از دیوار میناسا ختی
آئیہ کائنات کا معنی دیرباب تو
میکے تری تلاش میں تا نہ ہے رنگ و بو
ہزاروں مال رنگیں اپنا ہے نور نگہ روتی ہے
بڑی مشکل سے پوتا ہے جن میں دیدہ وہ چہا
حسن کا گنج گراں مایہ بچھے مل جاتا
تو نے فریاد نہ کہو دا کہیں دیرانہ دل
زاہد کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو معنی بولہ چھوڑے
سکون محل ہے قدرت کے کاغذ میں
ثبات ایکس بغیر کو ہے زلزلہ میں

ز لاقب حمد و نعت اولی است بزخاک ادب خشن
 بگوید می توان کردن درودی می توان گفتن

انتخاب کلام

به کلام بیدل اگر می گذری ز جاده منصفی
 که کسی نمی طلبد ز تو صلوة دیگر مگر آفرین

بیدل اپنی نظر سہمی

با کمال آیدارت که رسد لاف گهر بیدل این جا اعتباری نیست حرف بزرگوار
 بیدل از فطرت ماقصیر معانی است بلند پایه دارد سخن از کرمی اندیشه ما
 پیکر تازه گویند گریالم پر تواند از د پر نادوس گردد بیدل اوراق دیوانها
 بیدل از رنگین خیال های نکت می سرزد جدول رنگ بهار اوراق دیوان ترا
 مدعی در گذر از دعوی طرز بیدل سخن مشکل کبہ کیفیت اعجاز رسد
 می گزارد بر دماغ یک جہا منی قدم نغزشی کز فادہ تحریر من پیدا شود
 صمدیت احوالم از طرز تخلص روشن است بیدلیا چیدہ ہم بر خود ز وضع روزگار
 نشد آئینہ کیفیت مظاهر آرای نہادہ دیدیم چون منی بہ خویش نقد پیدای
 تب تاب افک جلدیہ ہم کہ رسد بختی راز من ز شکستہ شمشیر دل گزشتی حدیث گذار من

بیدل دوسروں کی نظر میں

رساند پائے معنی بہ آسان نہم . بلند طبع شناسد کلام بیدل را
آناد بنگد سامی

آن ذات ابد قدرت تنزیہ مقام عبد القادر نمود شیبہش نام
شد زندہ یکی ہر مسیحائی دین آمد دگر انکوں پئی احیائی کلام
لاہ مکہ راجہ سبقت

بند است از فلک ماوای بیدل نباشد هیچ کس را جائی بیدل
نوریم از سخن گویان عالم کسی را در جہاں ہتائی بیدل
پر رقعت برتر است از کہ منزل جناب حضرت مرزائی بیدل
نقیب خان طغورل

مرزا بیدل کہ رہنمائی سخن است پیغمبر و غوث و پیشوائی سخن است
یکماست در آفرین طرز کلام بالہ کہ پئی سخن خدای سخن است
نہدین داس خوشگو

غزلیات

باوہ کبریا کز پہلوی بحر است راہ آنجا
سرموی گر اینجا خم کنی بچکن کلاہ آنجا

ادب گاہ محبت باز شوشی بر سخی دارد
چو شبنم سر بہ ہر اشک می بالائک گاہ آنجا
مقیم دشت الفت باش خواب ناز سال کن
بہم می آورد چشم تو مژگان نگاہ آنجا

بہ سخی غیر مشکل بود ز آشوب دوی رستی
دوی در جیب خود دزدیدم و بردم پشاه آنجا
نہدین مترب عشاق سیر بینوائی کن
شکست رنگ کس آلباندارد زیر گاہ آنجا

خیالی جلوہ زار نیستی ہم مالی دارد
ز نقش پاسری باید کشیدن گاہ گاہ آنجا
ندیم گرم با نسوں دلی بی مدعا بیدل
دراں دادی کہ منزل نیز می افتد براہ آنجا

ستم است گر چو ست کشد که به میر سرودن در آ
 تو ز غنچه کم نه دیدم ای در دل کشا بر همه در آ
 بی ناهبای رسیده به پند نعت مستجو
 بخال حلقه زلف او گری خورد به ختن در آ
 غم انتظار تو برده ام بر غم خیال تو مرده ام
 قدی به پرستش من کشا کفی چه جان به بدن در آ
 در خوسطن عالم کبریا همه وقت می رسد این ندا
 که بخلوت ادب و غار دیو بروی نداشتن در آ
 کدام آینه مائی که ز زحمت این همه فاسا فلی
 تو نگاه دیده بسلی مرده واکه و به کفن در آ
 به نمود هستی بی اثر چه نقاب شق کنم از حیا
 تو بمن اگر نظری کنی که دی عرق کنم از حیا
 اگرم در خط امتحان هوس نقاب نه به آسمان
 مرده بر هم آمم از این دآن همه یک ورق کنم از حیا
 به کنم ز شوخی طبع دهن قدی نزد مرقم بخون
 که جویم آن لب لعل گون سحری شفق کنم از حیا
 ز نیلی که براد دی غم باطم مشهوره دل نشین
 بمن این گمان نه برد یقین که خیال حق کنم از حیا

اگر بکشتن زناز گردد قد بلند تو جلوه فرما
 ز پیکر سرخ و موج نعلت شود نمایان چو می زمینا
 به چشم مست تو گر نیاید قبول کیفیت نگاہی
 به پند رستی بر دی آینه نقش جو هر چه موج صبا
 خواند غفل جزو مزاجم غفل ز بخت و بخت هستی
 شوم غلامی ملک دانش اگر شناسم سر از کف پا
 بر این صحرای دور گردون نصیب مانیت سر بلندی
 ز بعد گردون گر کسی قبار مارا برده به پا
 دشنام از سحر امید می نه چرخ مارا دم سفیدی
 چه حاصل است تا امید غیب از دنیا بفرق غنی
 رمیدی از دیده بی تال کند خنق آفر بعد تلفا فل
 اگر ندیدی طبعی دل شنیدی داشت نالا ما
 باه لیس جلوه ات ز دلها دهم بر نگذاخت طاعت
 کجا هست آینه تا بگیرد قبار عیرت از می تماشا
 بدو در پیانه نیکاست اگر ز بد لاف می زدوشی
 نفس برنگ کنند به چرخ می در گوی مینا
 بهر کجا تا ز سر بر آید نیاز هم پای کم ندارد
 خود خرای دمد قنای من و نگاہی که صد حسنا

ستم است گر چو ست کشد که به میر سرودن در آ
 تو ز غنچه کم نه دیدم ای در دل کشا بر همه در آ
 بی ناهبای رسیده به پند نعت مستجو
 بخال حلقه زلف او گری خورد به ختن در آ
 غم انتظار تو برده ام بر غم خیال تو مرده ام
 قدی به پرستش من کشا کفی چه جان به بدن در آ
 در خوسطن عالم کبریا همه وقت می رسد این ندا
 که بخلوت ادب و غار دیو بروی نداشتن در آ
 کدام آینه مائی که ز زحمت این همه فاسا فلی
 تو نگاه دیده بسلی مرده واکه و به کفن در آ
 به نمود هستی بی اثر چه نقاب شق کنم از حیا
 تو بمن اگر نظری کنی که دی عرق کنم از حیا
 اگرم در خط امتحان هوس نقاب نه به آسمان
 مرده بر هم آمم از این دآن همه یک ورق کنم از حیا
 به کنم ز شوخی طبع دهن قدی نزد مرقم بخون
 که جویم آن لب لعل گون سحری شفق کنم از حیا
 ز نیلی که براد دی غم باطم مشهوره دل نشین
 بمن این گمان نه برد یقین که خیال حق کنم از حیا

همه طربا تو قدح زوید و ترفیت رنج خوار ما
 چو قیاس متی که نمی رسی ز کسای ما بکسار ما
 چو غبار ناله بنیستان نزدیک کای ز امتحال
 که ز خود گذشتن باشد به هزار کوچه و چار ما
 هر را به عالم بخودی قدحی است از می عافیت
 سر دیک گردش را ببین چه خطی کشد بصر ما
 دل ناتوان بجا برد ایلم تردد عجزی
 که چو سحر هر قدم او قدم به هزار آید کار ما
 نه به دامن ز حیار مدینه به شکار و عارسد
 چو رسد به نسبت پارسد کف دست آید دار ما
 صف رنگ لاله بهم شکن می جوشن گل به زمین فلک
 به بهار دامن ناز زنی ز حسنی دست نگار ما
 به سواد نسوخته نیستی تر سجد مشق تا بقوت
 قلمی به تنگ سیاه زن بنویس خواجه ربیع را
 بر لایب عشرت پر فشان نزدیک دست مظلومی
 به غبار میرود آرزو نمک شید دامن یار ما
 چمن طبیعت بیدار ادب آبیاری شگفتی
 زده است ساغر رنگ و بو به دایره غنچه بهار ما

چو تخم افک بکلفت سرشته اند ما
 تا امید می جاوید کشته اند ما
 طلسم حیرتم و یک نفس قرار نیست
 بآب آینه دل سرشته اند ما
 بفرصت نمی آنور دست تحسین
 به است زخم و برگی نوشته اند ما
 بجا روم که شوم ایمن از سبب فساد
 به عالم آویخته اند سرشته اند ما
 فلک شکار گشت دست زنگونی سخن
 ندانم از خیم تو لقب که سرشته اند ما
 دریا می خیالیم و نمی نیست درین جا
 جزو هم وجود عددی نیست درین جا
 رمز دو جهان در برقی ثبت خوانم
 جزو تخم و رنگی نیست درین جا
 عالم همه میناگر بیداد شکست است
 دین طرفه که سنگ سحر نیست درین جا
 برهم نازی سلسله ناز گریبان
 محتاج شدن بی گری نیست درین جا

ای بخیرال کمال دشت خیالیم
رنگ بگردش قدمی نیست وین جا

از حسرت دل بندبائی تو کفو دیم
آئینه گری کارگهی نیست درین جا
بیدل من و بیکاری و معشوق تراشی
جز شوقی بر من صنی نیست درین جا

هستی به لبش رفت و اثر نیست نفس را
ز یاد گزین کماله بر دند جرس را
دل ماکی تحقیق نگر و دید و اگر نه
از کسب چنین عشق توان کرد چو کس را

هر دل نیرو چاشنی از درد محبت
ای آتش بیرنگ نسوزد چو کس را
بیدل نشوی به غیر از سیرگر بیان
این جا است که صفا تیره بال است کس را

هر چه از گیتی مکش رنج امید این جا
که نوبه ساسی نورد آشیری گردد سپید این جا
کسی در بند غفلت مانده چون من ندید این جا

دو عالم یک در باز است و می جویم کلید این جا
همه از جنبش هر قطره طوفان کهن دارد
شکست رنگ امکان بود گر یک دل طبع این جا
لبشهرای نفس از پرده تحقیق می گوید

کما از خود بشواری خواهی آرید این جا
سراغ نزل مقصد پرس از باز این گراں
به سعی نقش با راهی نمی گردد سفید این جا
بهر گر به چشم انتظار مانده پر دارد

چه دستان می توان چیدن ز آغوش امید این جا
بدل نقشی نمی بندد که باد حشت نه پیوند

نهی دایم که این به وفا آئینه چید این جا
من در شهیدای به نوایان خوبها دارد

زمریانی برهان اگر توانی شد شهید این جا
بلند است آن قدر با آشنایان جز با بیدل
که بی سعی شکست بال و پر نتوان رسید این جا

فلک بر گشتگی چند از نهار آرمیدنها
 نمی ریست از خاک ایام قدر دامن کشیدنها
 غمزه ای طبع از هستی فریب محفل آدای
 که یک گردن نمی ازند بپندری سر بر بدنها
 باز محفل نیز رنگ هستی سخت حیرانم
 از بخت ناله خاموشی است دل چست شنیدنها
 شبی در به خودی نگارده آن به وفا کردم
 کنون چشمم چو طبع گشته داغ است از دیدنها
 مقام نعل ناپاک است در پاچه می ناپیدا
 چری کردیم یا رب گریه بودی نارسیدنها
 دوتا کردیم آخر خویش را در خدمت پیری
 و سانسیدیم بار زندگانی با غمیدنها
 ز هستی گر برون تازی عدم در پیش می آید
 درین وادی مقامی نیست غیر از غار سیدنها
 ز نیزنگ قنول پر دازی الفت چه می پرسی
 تو در آخرش و من گشته ای از دور دیدنها
 درین گشتن که رنگش ریخته از گفتگو تبدیل
 مشخیزنهاست دیدنها و دیدنها شنیدنها

خاک تو چسبید که آواز چرا
 جز سحر آید بیرون دهد آواز چرا
 جیب محنت گره از بیند فولاد کشود
 دیده ما بجمال تو نشد باز چرا
 دل بدست تو و ما از تو دگر آغ چیت
 خود نمایی نکند آینه پر داز چرا
 سبیل بنیاد جهان است نظر و کردن
 هوش ارم نشود خانه بر انداز چرا
 ساز بیتابی دل گریه و دوح آهنگ است
 نفس از بیم طیش می شود آواز چرا
 گریه ساز نیست یقین را به هر بیم و زیر
 مشکوه شد زمره طالع ساز چرا
 بی نیازی اگر از عیب و پسر مستغنی است
 حیرت آینه دارد لب غم از چرا
 نیست بجز نمودن دامن اقبال بلند
 آخرای مشیت خبار این همه پر داز چرا
 بیدل آینه معشوق نما در برت
 این نیازی که تو داری نشود ناز چرا

چو شمع یک ماه واکن ز پرده مست بروی آ
بگیر پنج زمینا قدرج بدست بروی آ

منزه است خوابات بی نیل از حقیقت
و خواه مشبو سطر خواهی بدست بروی آ
قدت حمید زهیری و مگر خطاست اقامت
ز خانه ای که بتایش کند نشست بروی آ
امید و یاسی وجود و عدم غبار خیال است
از آنچه نیست مخور غم و رانچه هست بروی آ
مباش محو گمان خانه فریب چو بیدل
خندنگ ناز شکاری ز قید رشت بروی آ

نفس آشفته می دارد چو گل جمیعت ما را
بریشال می نویسد ملک موج احوال دریا را

درین دادی که می باید گذشت از هر چه پیش آید
خوش آن رهبر که در دامان دی افکند لرز را
نزاکت است در آغوش مینا خانه حیرت
منزه بر هم مزین تا نشکنی رنگ تماشا را
نگه شد طبع خاوس خیال از چشم پوشیدن
فنا مشکل که از عاشق برد شوق تماشا را

به خیال چشم کمی زند قدرج جنون دل تنگ ما
که هزار میگرد می داد به رساب گردش رنگ ما
ز غبار بیدل ناتوان دل نازکت نشود گراں
که رود زیاد تو خود بخود چو نفس ز آئینه رنگ ما

نشد درین در سگاه عبرت بفهم چندین رساله پیدا
جنون سواد یکی کردم امشب ز سیر اوراقی لاله پیدا
اگر بعد رنگ پریشتم ز دام جستن نمی توانم
که کرد پرواز به نشانی ز بال طافس لاله پیدا
قبول انعام به معاشان بخود گوارا بگیر بیدل
کمی شود این گل خوانان چو استخوان از لاله پیدا

ای آئینه حسن تمنای تو جانها
در چار سوی دهر گذر کرد خیالات
در کنه تو آگاهی و غفلت هر معذرت
هر سبزه درین شت شد انگشت تها
جز ناله به بازار تو دیگر چه خوشم
ای است تمام جگر سوخته جانها

بیدل ره جده از تو لبدم مر حله دور است
خاموشی که آواره دهم اندیشه ها

پیشانی صبح این گهستان نشانده جوشن بهار خود را
غرق چو سیلاب از جبر رخت و ما کردیم کار خود را

با خولیش گزینم می کشودی چو موج دریا گره بنوی
چه سحر کرد آرزودی گوهر که غنچه کردی بهار خود را
تو شخص آزاد پرقتانی قیمت است این کزنده دانی
فرد خود داریت به رنگی که سنگ کردی شر از خود را

ز پاس ناموس ناتوانی چو سایه ام تا گزیر طاقت
که هر چه زنی کرد آن گران شد بدو چشم افکند بهار خود را
به عمر موهم فکر فرصت نرود صد پیش و کم ز غفلت
تو گر عیار اهل نیگری نفس چه داند شمای خود را
قدم به صد دشت دور کشادی ز ناله در گوشها فتادی
منان به ضیاء نفس ز دادی طبیعت نه سوار خود را

بلندی سر بهیب هستی است اعتبار هایل هستی
پرانغ این بزم تا سحرگاه زنده دارد مزار خود را

ز شرم هستی قدح نگو کن داغ مستی بوم خون کن
تو ای جناب از طرب چه داری پراز عدم کن کن از خود را
اگر دلت ز رنگ کنی ز دایه خلاف خلقت نه پیش آید
مضای آینه شرم دارد که خورده گیرد دودخار خود را

ودایع آرایش نگیس کن ز شرم دلمان و بی چینی کن
مزن به سنگ از جنون بهریت چه نام نهادن خود را

بدون از سر پا چو میبند ز افیت بهم پوچ مجلس
بر آستان امید باطل محلی نمن از شرف خود را

جوشن اشکیم و شکست آینه دارمست این جا
زمن هستی همه دم همیشه سوار است این جا

سایه ام باک دهم عرض سیه بختی خولیش
روز هم آینه دار شب تا راست این جا
عاقبت می طلبی غنچه آفت با شش
سربالین طلبان محضه دارمست این جا

عاقبت چشم ز جمعیت اسباب مدار
هر قدر ما غرور میباش است شمار است این جا
فرصت برق دشت در با تو حسابی دارد
امتیاز یک نفس در چه شمار است این جا

انجمن در بغل و ماهمه بیرون دریم
بحر چند آنگه زنده موج کفار است این جا
بیدل اجزای جهان پیکر بی نقالی است
حیرت آینه با خولیش دودخار است این جا

عجبت تعلیم بهر چه در عالم را
 نه پنداری چه چشم از سر بر کنی پندست مرا
 بدین مشتاقی رسوائی کن سودای نهان را
 نمی خندد مردم کش چاک گریبان را
 بر بهر سادیم و قدیم است اگر شور جنون گیرد
 اگر دستم پیدای نمی یابم گریبان را
 ز میثابی است بر خوار تعلق دامن افتادن
 بچاهای بهر که بردارد در راه خویش مژگان را
 درین گلشن این مثل شب یدر غنچه گر دیدن
 چون گل یک جانب دل و اثر بهرین کش گریبان را
 بزودی کامرانیهایی میبش آلود رسوائی
 ز شادی لب نمی آید بهم چاک گریبان را
 کتاب حکیم از موی سیخ ایزه می خواهد
 نیم آبی فراهم می کند خاک پریشان را
 ز نهانی ناله آتش در نهاد رنگ و بو انگن
 چو ششم آبروی نیست این جا چشم گریان را
 غباری دیده ای دیگر حال ناچه می چسبی
 شکست آینه بردارست رنگ نالوان را
 چشم غول نشان بیدل توان بحر گریزی
 کلاف آبرو پشت نهاد از این پریان را

شور جنون در نفسی با همه بیگانه برآ
 یک دو نفس ناله شواز دل و لوانه برآ
 تاب و تب سحر بهل رسته ز نار گسل
 قطره می جوش ازین و بر خط پیمان برآ
 اشک کشد تا کجا ساغر تا موسی میا
 شیشه به بازار شکن اندکی از خانه برآ
 چون نفس از الفت دل پای تو فروده برآ
 ریشه دشت خمری از نفسی دانه برآ
 چرخ کلید در دل و قفس بهالت مکن
 اند صفت گویم تیغست همه دانه برآ
 نیست خیانت تا بنون عرصه جولان فتون
 نذر کشمستان خوش است آبله پیمان برآ
 گدازه نفس غره عشق و بهرست
 دود چراغ که نه ای از دل پر دانه برآ
 تاز خودت نیست بجز در نه خاکست نظر
 حره بر خویش کشا بخ زویرانه برآ
 ماورای عالم دون جمله نریب اسیر و خور
 رو بر خواب زک از کلفتی آفت برآ
 بیدل از اخس گریت غریب جز آدم نشود
 چنگ بهر لیش منزل از چوکی شانه برآ

نخل شمعیم که در شعله دود ریشۀ ما
 فاقیت سوز بود سایۀ اندیشۀ ما
 بسکه چون جوهر آئینه تماشا نظیریم
 می چکد خونِ حقیر زرنگ دریشۀ ما
 یک نفس ساکبه دامن خاییم امروز
 در نه چون آب روان است همان پیشۀ ما
 نفس گرم بر آتش صفای برق فاقست
 بیستون می شود آب از شر پیمیشۀ ما
 بسکه چون شمع بنم نشوونما یافته ایم
 شعله زاموج طرادت شمر دریشۀ ما
 سختی دهر ز دست دل ما زهار است
 آب شد طاقت سنگ از جگر شیشۀ ما
 چشم امید نداریم ز کشت دگر آن
 دل ما دانه ناله ما ریشۀ ما
 خامشها سبق کتب بتیابی است
 یک تلم ناله ما بود نغمۀ پیشۀ ما
 دل گم گشته سرافیت ز کیفیت شوقی
 لثه با ملکان دست رود شیشۀ ما
 بیدار از غفلت ناقص معانیت بند
 پایه دارد سخن از گرمی ندریشۀ ما

تا درین گلزار چون سببیم گذر داریم ما
 باده ای در جام پیش از چشم تر داریم ما
 کی بسیل گفتگو بنیاد ما گیرد غلغله
 کوه تمکین خانه ای از گوش کرداریم ما
 از گداز دل توان در کائنات آتش زدن
 ساز چندی نمانیم و یک شعر داریم ما
 عاشقان را صندل آسودگی در دست
 تابه سرد در دهان نباشد در دسر داریم ما
 شش جهت آئینه دار پر تو انظار دوست
 نیست جز مژگان حجابی را که بر داریم ما
 رنج گفت از مزاج تیره بختان مشکل است
 همچو دایره لاله سحابی می سحر داریم ما
 ناله را ایدل بباد غم ده کین رشته ایت
 کو پی شیرازۀ محنت جگر داریم ما
 از کمال ما چه می پرسی که ما منید چزار
 در خود آتش می زینم از بس اثر داریم ما
 سانگای گل کند زوق تماشا گرفته است
 چون شرر سالی فرصت این قدر داریم ما
 نبستل اندر جلوه گاه چینی اجنه کس
 کشتی ننگاره در موج خطر داریم ما



بخ حسرت و اسونت آخر خود نمائیه
 آورد از دلم چون ناله اظهار رمانیه
 بهاشق ای غنچه از اوراق گل مغرور جمعیت
 که این پیوستگیها در لعل دارد جدائیها
 رگم کرده آهنگم پیرس از غنایب من
 این کاشن نفس می سوزم از آتش کوائیه
 بدل گفتم که این شیوه دشوار است در عالم
 نفس در خون طپید گفت با حسن آفتابیه
 چه کفایتها که دل در بخودی دارد نهان تبیل
 بود آئینه را حیرت نقاب بی صفائیها



لعل آمواد از وصل بهروریم ما
 به تو خورشید جز در خاک توان یافت
 هم چو ساغری به لب داریم و منوریم ما
 یک زمین و آسمان از گل خود دوریم ما
 کار با عشق بی پرواست و معذوریم ما
 هر روز آغوش و موج دست بخوی برکار



قال تسلیم زلف و شوکت شاهی دریاب
 گردی غم کن و معراج کلاهی دریاب
 یوسفی کن اگر اسباب مسیحات نیست
 به فلک گزین سیدی بن چاهی دریاب
 ما مرادی صدف گوهر اقبال رساست
 غوط در جیب گدای کن و شاهی دریاب
 چه وجود چه عدم لب و کثابده مژه است
 چون شهر در هر روزه جهان را به نگاهی دریاب

دامن دیده بهر سر میالاید
 انتقاری شود گرد و سر را می دریاب

گل این گرمیت آه شعله زانای خدایب
 بخواهی پاس نهی محبت و اسحق
 شمع شمع می توان کرد از اصدای خدایب
 طعم دلداز و طعم گل بی رضای خدایب
 مایه قتل طیفان جرم و عیب نیست
 همه از آن کس نخواهد نمود بیای خدایب



بل از تمار طلب خوں کن و شراب طلب
 بگر پشند بی و اگذار و آب طلب
 بباش هم جو گهر مرده ریگ این دریا
 نظر بند کن و هست جواب طلب
 اگر حقیقت انجام در نظر داری
 بهر کجا گهرت می رسد جواب طلب
 ز عاقبت نتوان مرده کشتایش یافت
 بدل شکستی اگر هست متج باب طلب
 ترس از غم تا سوراخ جرات دل
 بزلف یار بزن دست و مشک ناب طلب
 بهار می سشنوی سیر رنگ کن بیدل
 ز جلوه آنچه طبع داری از نقاب طلب



بمهر مقصد عاقبت نه دلیل بوند معا طلب
 نوزاد گل آه همه کم نه ای قندی ز آبله پا طلب
 ز مراد عالم آب و گل بر بر جنون زن و واگل
 اثر اجابت خفعل ز شکست دست دعا طلب

طلب تو بس بود این قدر که ز معنی تو برتر
 نبرد دست اگر ز سر نظر بخیال پیچ و عدا طلب
 چه خوش آنکه ترک سبب کنی بافتن رمی و طرب کنی
 ز حقیقت آنچه طلب کنی بطریق تبدیل با طلب



حذر ز راه محبت که بر خطا پاک است
 تو مشیت غار ضعیفی و غلط بیباک است
 چه دانم ایدت از چشم بند عالم و هم
 که خود نمساک آئینه از دلی پاک است
 نیامدست شرابی بعرض شوخی رنگ
 جهاں هنوز سیه مست از رنگ پاک است
 طبع بد آئینه نامست در نه این دریا
 جناب محبوب نه در می نقش پاک است
 بغیر و هم در چیست مانعت
 تو پریشان و از مشیت چیست نقاب است



بی چمن ساز حسن فطرت تبسم لعل مرعوبیت
 بوی محل تالوای بلبل فدای تمهید گفتگویت
 سخن چینی در آینه از در بهار گلزار وصل در بر
 چو رنگ رفتم ز خویش دیگر چه رنگ باشد ز بار کویت
 بستجو هر طرف مشتاقم همان خون در دامن
 زیر پایت مگر بیایم دلی که گم کرده ام بجویت
 به عشق نمار دلی جوس هم به بلبلان شعله خار خوش هم
 در راست سرشته نفس هم بقدر افشونی جستجویت
 بی ضیق که بار در دم شکست در طبع رنگ زردم
 زرقاش شوق کردم که می کشد حیرتم بسویت
 اگر بهارم تو آبیاری و گر چراغم تو شعله کاری
 ز حیرت من خبر نداری بیایم آینه زرد بر دیت
 است مقصودی اعتباری که بتیلا انشا کند نثاری
 بقاعتم پیکر نزاری که انگنم پیش تار مویت



به محفل که دل آینه رضا طلبی است
 نفس دلازی فریاد پائی بی ادبی است
 خمار تمام تسل شکستن آسان نیست
 ز ناله تا به خموشی هزار تشنه لبی است



باز سرگرمی نقاره بسااا شده است
 شعله آتش دیدار گل افشان شده است
 صلیح کل نذر جریان که در پی مشرت گاه
 آتش و آب بهم دست و گریبان شده است

بیست دل آن شعله کند بزم پرانان گرم است
 یک حقیقت به هزار آینه تابان شده است



بوش اگر باشد کتاب و نثر ای در کار نیست
چشم و اگر در زمین و آسمان نمیدان است
دور گردیدهای و هم آنسوی خویش می برد
و نه هر چیزی که می بینی همان نمیدان است



ز دست ساقی اگر جود ای چکید بجاک
در ابروی تو چرا صبح ناز چین انداخت
نه رفته در کف ساقی نه لغزشی در جام
که گویم از کفش انداخت آن و این انداخت
دی که چشم تو سوی پیداله کرد نگاه
قدح ز دست شد دیاده بر زمین انداخت
بحسب خویش زانی قناب کن که چرا
بجام آتش ازین لعل آتشین انداخت
پیار چیست که در بزم شوخی نازت
هزار آئینه آب رخ این چنین انداخت



ای پرفشان چو بوی گل نیرنگی از پیرا نیست
عنا شوم تا گرد من یا بد سرانجام منت
تجدید نالاک شفته رنگ لباس آرایست
بی پردگی دیوانه طرح نقاب انگیز نیست
هر جا بروی جو شیده خود را بخود پوشیده
در نور شمعیت مفصل نالوسی پیرا نیست
دردادی شوق یقین صد طور موی آفرین
خاکستر پر دانه محو چراغ ایمنت
در نو بهارم یزل جو شیده از بارغ ازل
چه آسمان گل در لعل یک برگ سبز گشت
دل را بجزرت کرد خون بر عقل زد برق جنون
خود دو عالم کاف دوز یک لب بحر آودنت
بوش میط کبریا بر قطره لبست آئینه را
اما بمار کرد آشنای هنگامه من با منت
نه عشق دامن فی هوس شوق تو ام سرایه لبس
ای صبح یک عالم نفس اندیشه دل مست گشت
حسن حقیقت رو برو شمع نقول آئینه جو
بیدل چه پروانه ز بگو ای یا فتن ناجست

تو هست دهم درین بزم بی نهایت
 هنوز جز بدل سنگ جای مینامیت
 بیا که یک بهاری به حسرت مانیت
 شکسته زنگی امید بی تماشایت
 تو ساز جلوه کن و مرغای دل در یاب
 زین حیرت آئینه بی تقاضایت
 اگر دهم برای چه موج کو گدایب
 جهان بخوشی زود فرت است هیا نیست
 بهر چه می رسی از خود گذشته داری
 به خوش باشی که هر در رفت و فریاد نیست
 حساب یکسای ما کجا توان داد
 بقا کلام چه هستی؟ فنام از نایبیت
 دلت به فشو عقی خوش است از یافا
 که هر کجا که تو آن جا بغیر دنیا نیست
 فرقی بجز فکر جالب مستغنی ست
 ریده ایم بجای که بیدار آنجا نیست



شب که سوائی خیال یار و در دل خویش داشت
 چشم واکرون زمین تا آسمان آنخوش داشت
 شش جهت کیفیت رنگ تیر بود ز روشن
 هر طرف می رفتی از خود عبود ای پرده شش داشت
 او خرامان بود اگر اشک از نظر می شد روان
 او سخنی می گفت اگر دل بر طبعش گوش داشت



تخم ز بند با سس تعلق آزاد است
 بر پستی بزم خلعت خدا داد است
 نه دام دام و نی دانه این قدر دام
 کدول بهر چه کند التفات صیاد است

جنون بی ثمری چاک سینه می خواهد
 شر از میشه چراغ امید ز یاد است
 جهان قلم و طوقان اعتبار تو نیست
 ز هر چه رنگ تو بی بافتن بار تو نیست
 سحر چه کرد درین باغ تا تو نواهی کرد
 بهوشش باشی که فرصت نفس شمار تو نیست
 کدام رمزد چه اسرار خویش را در یاب
 که هر چه هست نهان غیر آشکار تو نیست
 مثال شخص در آئینه گوید حیرت ادست
 تو ز زخم بردی هیچ کس در چار تو نیست
 دلیل خویش پس از مرگ هم تو بی بیدل
 چه شب گذشته کسی جز تو بر مرز تو نیست



مست عرفان را شراب دیگر در کار نیست
جز طواف خولیش و در ساعره در کار نیست

عالم غمزه است این با جاه کو شوکت کدام
تا توان ناکر کن کرد فری در کار نیست

خشت بنیاد تو بر هم چیدن مژگان است
در قفا فل خانه بام و منظر در کار نیست

شعله با در پرده سعی جان خوابیده است
گر نفس سوزد کسی آتش گوی در کار نیست
مشت خاک ما سراپا خورشید است و لب
بجده مارا بزمی و سر در کار نیست

زبرد تقوی هم خوش است اما تکلف بر طرف
در دل را بندد ام درد سر در کار نیست

هر صانع نیست بیدل و نه از سازش
آنچه مادر کار داریم اکثر در کار نیست

و خشت دریا جنون ثمر است
و فتح این بحر محنت بے برد است
کالی راحت حزن کزین کف خاک
شک در دامن امید جند

نال بل فغانده اثر است
در نه هر قطره قبال گهر است
هر چه آسوده تر فسرده تر است
فرست آینه دار می سحر است
بیدل از کلاکت شکست مثال
بزم هستی و نال شبیه تر است



عدم زین پیش بر دانی ندارد
کشا دو لبست چشمت عالم آراست
کسی جز شبیه از هستی نخواهد
محبت دستگاه عاقبت نیست
شجاعت صبح بر غریبی خویش
تظلم دوری از احیاء است و رن
چه دانشها که بر باد است ندایم
مروت از دل خواهان محبوب

و خوب است آنکه امکالی ندارد
جهان پیرا و پنهانی ندارد
صبر این نامه نهانی ندارد
تجیر ربط هر کانی ندارد
گریبان تو دامانی ندارد
نفس در سینه انفانی ندارد
جنون هم کار آسانی ندارد
فرستادن مسلمانان ندارد

خیالی زندگی در دست بیدل
کو خیر از مروت درانی ندارد



چشم تو به حال من گر نیم نظر خندد
 غم من به چمن نازد میم به هنر خندد
 تا چند بر آن عارضی بر دلی نگاوه من
 از حلقه گیسویت گهاک نظر خندد
 در کشور مشتاقان بی پر تو دیدار است
 خود شنید چرا تا بد بهر چه سر خندد
 دل می چکد از چشم چون ایر اگر گریم
 حال می دهد از علت چون برق از خندد
 با اهل فنا پر کس را در سر یک رنگی
 باید که برنگ شمع از رفته سر خندد
 در کار که خوبی یارب چه ترا گتهاست
 صد گوه به خود باله تا موی کر خندد
 در جوئی دم تینست کشیر نی آبی هست
 گز جوخ علاقهها ز خمش به شکر خندد
 ما این طرب سهل است این تقدیر ما داریم
 بیا از ده نفس فرصت بر خود چه قدر خندد

هر شبم ازین گلشن قهید بختی دارم

با گریه نه زان چندی که اش خندد
 از صحنی موسی بلذریه دل که درین گلشن
 گل نیز از خندد ران چلوئی ز رخندد



تمام شود قیام یک غافل که دل براه که می خرد
 جگر بدایت کن نشیند نفس به آه که خنجر خرد
 خیار هر زنده می بود شد بجزرت آئین طپیدن
 هم غزالان این بهایاب پس نگاه که می خرد
 اگر نه رنگ بزرگی تو دارد برب ز تو بوم حتی
 ز پدیده چاک این کتا بنا فروغ ماه که می خرد
 ز رنگ گل تا به با سبیل است دایره دماغ نازی
 درین گلستان ندانم هر روز که کلاه که می خرد
 نگه به هر جا رسد چو غنیم ز شرم می باید آب گردد
 اگر بدانند که بی مایا به جلوه گاه که می خرد
 گز پیشش غلط نگاهی رسد به فریاد حال بنیدل
 و گرنه آب برق بی نیازی پوی گیاه که می خرد



نورده تا مهر هزار آئینه سحران کردند
 انگشتیم میان هر چه نمایان کردند
 دام من در گره علوه افکند نبود
 چون نگاهم نفس از دیده حیران کردند
 بیدل از کلفت انسوده طهارت بینید
 مشکلی داشتیم از سوختن آسان کفند



کو رنگ و چه بود جاوه یار است بینید
 علی نیست جان لا رعدار است بینید
 زان پیش که بر خرمین ما برق زد شد
 آن شد که امروز مقرر است بینید
 در بحر جو گوهر فتوان چشم گشودن
 امروز که گوهر بکتار است بینید
 از جلوه چه لازم بخمال آئینه چیدان
 ای غیر پرستان همه یار است بینید

بر صوفی آتش زده عمر من زید
 فرصت چه قدر بجز شما راست بینید

هرگز مژده بر هم رسد این بان غزلان است
 با فرصت نظاره بسیار است بینید
 هر جا بوم آتشی که چلد در کف خاک
 ای خوش نگهان بیدل زار است بینید



دلدار گذشت و نگ باز پس ماند
 از رفتن او هر چه بماند همین ماند
 دیگر چه نشان تو کند مشقت غبارم
 یک سجده و جبین داشتیم آن هم به زمین ماند
 هر چند غبارم همه بر باد فنا رفت
 امید بکوی تو همان خاک نشین ماند

دلدار رفت و بیکسیم در کنار ماند
 تماشال جست و آئینه حیرت شکار ماند
 مژگان تبر و صوفی آغوشی از وصال
 آخر نصیب دیده همان انتظار ماند



نوره تا مهر هزار آئینه سحران کردند
 انگشتیم میان هر چه نمایان کردند
 دام من در گره علوه افکند نبود
 چون نگاهم نفس از دیده حیران کردند
 بیدل از کلفت انسوده طهارت بینید
 مشکلی داشتیم از سوختن آسان کفند



کو رنگ و چه بود جاوه یار است بینید
 علی نیست جان لا رعدار است بینید
 زان پیش که بر خرمین ما برق زد شد
 آن شد که امروزه مقرر است بینید
 در بحر جو گوهر فتوان چشم گشودن
 امروز که گوهر بکتار است بینید
 از جلوه چه لازم بخمال آئینه چیدان
 ای غیر پرستان همه یار است بینید

بر صوفی آتش زده عمر من زید
 فرصت چه قدر بجز شما راست بینید

هرگز مژده بر هم رسد این بانه عزان است
 با فرصت نظاره بسیار است بینید
 هر جا بزم آتشی که چلد در کف خاک
 ای خوش نیکان بیدل زار است بینید



دلدار گذشت و نگ باز پس ماند
 از رفتن او هر چه بماند همین ماند
 دیگر چه نشان تو کند مشقت غبارم
 یک سجده جبین داشتیم آن هم به زمین ماند
 هر چند غبارم همه بر باد فنا رفت
 امید بکوی تو همان خاک نشین ماند

دلدار رفت و بیکسیم در کنار ماند
 تماشال جست و آئینه حیرت شکار ماند
 مژگان تبر و صوفی آغوشی از وصال
 آخر نصیب دیده همان انتظار ماند



من آن خیارم که حکم نقشم به پایج عنوان در نگیرد
اگر سر اسحر بر آیم شکست رنگم اثر نگیرد

باین گرانی که دارد امروز رفت چندین خیال ددشتم
چو گشتم پای رفیق کو اگر محیط بس نگیرد
براه یاسی ست سنی گام که گر نقش رسد فرام
کسی جز آغوش بی نشانم چو انکس از خاک بر نگیرد
چو موج عمریست بی سر و پا تلاش تو رقم ادب تقاضا
چه ممکن است این که رشته ما چو مقدمه گیرد گهر نگیرد
لوشا غما مشربی که طبعش بحکم اقبال بی نیازی
نه هر چه گیرد جز آن خواهد ز هر چه گردد غیر نگیرد



فسرد گیهای ساز امکان تر از ام راحمان نگیرد
حدیث غزلان نوای عشقم غموشی از من زبان نگیرد

من خود بر آتا رسد کندی بکنگر قصر لاسیازی
به نرد بانهای چین دامن کسی در آسمان نگیرد

اگر به عزم کشتاد کاری ز گوشه گیران مباحث نافل
که تیر پرواز را نه شاید و میک بال از کمان نگیرد

نقاده ای را از خاک بردار یا مبر نام استطاعت
کسی چه گیرد ز ساز قدرت که دست دافانگان نگیرد



هم راست ز انجمن آرزو که به کام دل اثر رسد
من و پزشتانی حسرتی که ز نامه گل به رسد
چه قدر ز منت تو عدل بد از دم دل تا تو ا
به بر تو نام بر خودم اگر چه بدو شب به رسد
به هزار کوه دیده ام به تویی نه رسیده ام
ز قد خمیده شنیده ام که چو حلقه شد بد رسد

و کلام آینه چهری گشمت اسفاست از آن پری
نمک افعال گداز من به تبوای شیشه گر رسد
هم جاست شوق حرب کین ز دواغ غنچه گل آفرین
تو اگر ز خود روی این چنین به تو از تو خوب تر رسد

تنگی نه زده ز خود سفر ز کمال خود چه بری اثر
نزدیم در پیشت آن قدر تو بخت به ما خبر رسد

ز کمال نظم نسوز اثر بدرفت تبدیل بی خبر
چه نیامست است بران هنر کیم چو به هنر آمد



چشم را جاذبه است چون بوی گل بیاب می سازد
خواست شایخ گل را موی بیاب می سازد
نهار دین بیابان غمزه شد از لب که مجنون
بدر باد و بر شمشاد قدم مضارب می سازد



تو کار خویش کن این جادوی درمن گنجد
گر بیاب عالم دارد که در دامن نمی گنجد
بیمای است ریل و رورو بی نیل را
زین تو شعر جوک این جامه برون نمی گنجد
بساط محرابی سایه نواز شد پیر خمی که دم
در آن نبوت که او باشد نیایان نمی گنجد
دروغ و غبار رنگه بود آواز می گنجد
که بان استانی متقا درین گلشن نمی گنجد

بند از خویش چشمی جلوه مطلق تماشا کن
که چشمی دلی دارد پرده و بدن نمی گنجد
دل آگاه از هستی نه بیند جز درم تبدیل
بغیر از عکس در آئینه روشن نمی گنجد



سول از ناله بسیار اثر می خواهد
هر کجا نکست گل پیر من رنگ دید
نشیه پیرایه هر تخم پر می خواهد
نیست پوشیده که از خود سفر می خواهد
شوق جمعیت وضع گهر می خواهد
شوق بکا دل تپش آمد خبر می خواهد
برق هر جلوه تقاضای ناز و گراست
عزله خود شنید غبار بحر می خواهد



نیت در گلشن اسباب جهان رنگ ثبات
چه از دیده ما هم چو نظر می گذرد
چون نفس خانه پرستیم نداریم آرام
عمر آسودگی ما به نظر می گذرد

عجبت جلوه چه و نفرت اسباب کدام
یا بوسهها بگذرد یا بگذرد می گذرد

عشق شد متغیر از طبیعتی حاصل
برق ازین مژده سوخته بر می گذرد



از عبرت سر مرزگان بنمیدان نرسد
آنچه زیر قدم گشت بدیدان نرسد
شرح حال دلم از عالم تجربه چایست
آه از نامه عاشق بدیدان نرسد
کجا پای نمی خاک نهر بر قدم است
باز غم بجای کور رسید
که کنم با دو جهان یا بر نه است بیاید
قوت من که بیک ناله کشیدان نرسد



ز بعد مانده غزل قی قییده می ماند
ز غماها دور اشک چکیده می ماند
ز بیل و گل این بانج تا دیند سران
به شکسته و رنگ پریده می ماند
هر چه و آنکری سر بر این خاک است
جهان به اشک زمر گل چکیده می ماند

مرا به نغم ادب کلنق که هست ای است
که شوق بسیل دل تا طپیده می ماند

نخست من زلف یار را ماند
تا نظر باز کرده ای بچ است
مژه فا کردی نمی آرد
محو یاریم و جستجو باقی است

وضع من روزگار را ماند
عمر برق شعاع را ماند
همه عالم فساد را ماند
وصل! انتظار را ماند



به طراز دامن ناز او چه ز خاک سادی مار رسد
پیدا آن مژه به بلندی که تر گرد سرمد دعا رسد
ز شمار فرصت پریشان نه بجا و دیو و نفی خزان
همه جا است نشاء بفرط آن که دماغ مایه سوار رسد
دل به لولا کجا برد غم تگدستی و مفلسی
مژه بر هم آیدم از جفا که بر نه ای بجا رسد

بدفای از لب عاجزان کشوده ای در آفتاب
که ز آبیاری یک نفس اثری به نشود نه رسد
سر رشته طرب آنگاه بیاد می رسد از غزل
تو خیال بسیل آن که ز تو نه به د به خدا رسد

ی خاطر غم آفریدند
 آن تا به سر از زمان تسلیم
 عالم برای خویش پیدا است
 پس خوش بیاری دماغیست
 چه نیست در بندگی را
 نه مخموری نه مستی چیت بیدار
 دانست از چه عالم آفریدند



چشم واکن رنگ اسرار دگر دارد بهیار
 بجه درو همت تنگد جلوه گر دارد بهیار
 ساعتی چون بوی گل از قید پیراهن بر آید
 از تو چشم آشنای آن قدر دارد بهیار
 حلاوت رنگ پیش این چنین غافل باش
 دای چند از خون جگر دارد بهیار
 چشم تا واکرده ای رنگ از نظر بارفته است
 از نسیم صبح دامن بر مکر دارد بهیار
 نمی توانی از بستی سوختم چید
 می ناز زنی آتش شرر دارد بهیار

از گل کسب بل به نظم و نشر سستی قانعم
 این معانی در نگارستان بیشتر دارد بهیار
 ابروی تالذ که اسباب نشاط این چمن
 هر چه دارد از فشار چشم تر دارد بهیار
 زندگی می باید اسباب طرب معدوم نیست
 رنگ هر جا زفته باشد در نظر دارد بهیار
 چند باید بود مغرور طراد های و هم
 ششم اسباب است بیدار چشم تر دارد بهیار



بی پروه است و نیست میان راز من هنوز
 از خاک می دهد چو گم پیر من هنوز
 یک جلوه انتظار تو در خاطرم گذشت
 آینه می دهد ز سر پای من هنوز
 مرغم نه کرد این از آشوب زندگی
 بخت است رشتنای امل در کفن هنوز
 از بی نصیبی من غفلت هوا پر سن
 نه خود طیب شوق دگشتم چن هنوز

تجربه غبار قضا و قدر هرگز نازیم
مقدمت دیردم از غولشتره نوز



تو گر خود را نه بینی نیست عالم غیر دیدارش
خودی آینه ای دارد که محرومی است از نظارش

چه لازم باین پست و پلند دهر گر دیدن
تو خود این جان ای تا بایست همید مقدارش
شرارت فرستی و انگاه دوقی هززه پردازی
باین هستی جاگن از خیال چرخ و دوارش
حق تسلیم شو تا واری از این دایه بیدل
بدینا نظره چون گشت دریا داند و کارش



دارد از ضیق نفس طبع هرگز بر چه حظ
ای کمی خواهی پورای محفل امکان شوی
جام قسمت بر تلاش جستجو موقوف نیست
بزرگ فای ز تار و رشته با گوهر چه حظ
غیر از این کودیده است آتش بکد دیگر چه حظ
از ضیق نفس خضر بر حضرت با سکن در چه حظ

هر چه در دل آید در دقت باین دارد شمع
نغمه تن نیست خیال کنه ان دارد شمع
قلمش مژده جمیع است آینه دل است
ناله دلش غبار بنیان دارد شمع
یک قدم ره هوش تا بحر پیرون
بی تکلف چه قدر ضیق فغان دارد شمع
بیت دل از سوختن رنگ مژغش در یاب
کیست بر روان گوید چه نشان دارد شمع



هر کجا کردم بر باد سجده ات ساز رکوع
چون هر تو بفرست فتم به پر از رکوع
پیچ و تاب موجها کبیر گریه دیدن است
سجده انجام است هر جا دیدم نیاز رکوع
راستی می نازم و خواست دیده ادا مانگ
بخی و درود و سجده ام نیاز رکوع
چو بکرت خم کرد پیری از فغانا غافل مباشش
سخت نزدیک است تبدیل سجده تا ساز رکوع



یارب از سرب منزل مقدم چه سال پایم سراغ
دیده حیران است ددل بی دست و پا من بی داغ
سوختن آماده باشن آگاهیت نفعت دید
صبح خود را شام کردی شام می خواهد چراغ

از تو بر شرکان زدن کم می شود همچون گوی
گرنه داری باور ز آئینه روشنی کن سراج
عمر باشد ششست ام چون ابرو است از غمی
بیدار از من گریه می خواهد چه صحرای چه باغ

گفته است مرادیه تا بداناں رقص
ز خود می شود شور چون تماشا کن
رافتد نفس این قدر چو می نازی
چو پیش ز مویا گهر گونی کند بیدل
دکتر و اشک من آخر چشم حیران رقص

مباد و امن کس گرم از خوسرو غرض
داشت خبط نفس کینز عاقبت مشکو
سراج انجمن کبریا می دل جستم
بروی کسی شوه از شرم بر نداشته ایم
بهاش تپک ما این قدر ز بدن غرض



اکانی خیر مسوز نفس در هوای فیض
بی چاک سید نیست چو سحر آشنای فیض
هرمت چو گل است کفر ننگ انتظار
مردان از کیم به دست که با شمی گدای فیض
چشم ز خواب باز گردید به رت
ترسم ریزه داد کن خون بهای فیض
آخوش بیج می کند این به دریا شب
بیتک بقدر نفی تو خالی ست جدی فیض

شده هم عالی عالی ز طمش هرزه قدم غلط
تبه دلاست کعبه و دیر اگر نکند راه غلط
در سپهر محض زندگی به شمعوت محکم یقین
که گواه دعوی باطل تو دروغ بود و قسم غلط
خواهر نوشت من آب شد ز تراوش عرق حبیب
چون قوش معنی روشنی که شود بکاغذ نم غلط
من بیت دل این قدر از جنون تجالی به زه شیه هم
رقم چیده ما غلط است اگر نکند غلط

چه نقشه با کز تیر جلوه گزیده شود: چه رنگها که ندارد طبع غنچه فوق
 بهین نفس زلفه یقین دینی است هزارین غم آلوده بند بر دهن طوق
 صواب و جوش متناسخ چه سواد چه زیاده توانی بر دهن آرد بهت و چه فوق



بگریمید تقدس مکت آبریزی حیا سبک
 چو حجاب بر دهن آرزوی ز غرور به حیا سبک
 کند احتیاجت اگر بهت کشای لب طر از کف
 که دواز گوهری صدف مکتی بدست دماسبک
 عز و دشو خواجه بر کوفه کندارد این همه آن قدر
 دوسه گام آخر ازین گذر تو زان قدم زان پاسبک
 نه سوز به سیم دند بوقار فرو نشست
 که زان می کشد آخرش چو گلیم از تپه پاسبک
 اگرست به منبر لب نشان دیم بهتی یکشده عا
 چو سحر به جنبش یک نفس ز هزار زین بر آسبک
 ز گمانی سیر آرزو شده طلق غره با سه دهر
 تو اگر تپتی این کرد غم و اتفاق شناسبک



دل آرمیده بر خون مکش ز فصول رنگ هوای گل
 ستم است غنچه این تپن شرو و اکند به صوای گل
 دلبسته و پست بسا به رنگه اثری نه زود و آبی
 که چه یافت شیرین و دسر و چه در دست خنده پای گل
 به خیال غنچه نشست ام: خیال: خنده به ام
 ز دلی سست کنی در دهر هزار تپه پای گل
 تو بدست گاه چه آبرو ز نرب نفا کنی آرزو
 که نه سخت با سواد مزاج خند کنی گل
 به حدیقه ای که بسمت فکند بسا به شکستگی
 مگر از حیا غرق گشته در سینه خند صدای گل
 نه دوی پویست لب به مجرم پیری ز پند فر
 که بی است قاندر سحر ز قمار رنگ صدای گل



لهر و سواد خط آن فصل که دارد
 کیخست لعل تو زین نشکند از امت
 عینک حجاب است به چشم تو در می
 در چشم حجاب آینه دارد در می



عمریت چون گل می روم زین بارغ حزان در غل
از رنگ دامن برگر و ز بو گریبان در غل

نی غنچه دیدم بی چون نی شمع خواندم بی لکن
گل کرده ام زین انجمن دل نام حرام در غل
مجنون و ساز ببلال سیاهی و ناز گلستان
من بادل داغ آشیای طافس نالان در غل
کو خلوت و کو انجمن و ز فکر خود دارم وطن
چون شمع سرتابای من دارد گریبان در غل
می آمد آن لیلی نسب سرشار یک شام طرب
می در قدح تا کج لب می تا گریبان در غل



زمن عمریت میگرد جدا دل
ز خاک تا قدم محبیده بردار
سرای ناله می جوشیم چون موج
ز لعل آه مشتاقان پیرسید
ندامت باله گردد آشنا دل
مباد البشکند در زیر پا دل
طپش خود کرد در هر ضربا دل
بجویم بسمل است از دیده تامل

درین محفل کسی محتاج کس نیست
همیشه کار دل افتاده بادل
گرفتارم گرفتارم گرفتار
نمی دانم نفس دام است یا دل
فسردن بیدل از پیدایم نیست
چو موج توهرم در زیر پا دل



توایم مطلق و من گد چه کنی جز این که غمناکم
در دیگر به نما که من به کجا روم چو برانیم
بر کجاست این قدرم بقا که تا علی کندم و فنا
عزتی خجالت فرستم نیم انفعال زانیم
ز به نقش بسته مشغولم نه به حرف ساخته بودیم
نفسی به یاد تو می کشم چه بدارت و چه معانیم
همه عمر هرزه دیده ام نجویم کنون که خمیدم بهم
من اگر به حلقه تنیده ام تو بدارم و در نشانیم

دیرنگی نرسد به غبار بی سرو پایم
کو بر چرخ می زند نفس و جوهر زین می جوایم
بجای جلوه دریده ام ز بار دیده ام
نمیرد بال حقیقتم چو بهار خدایم



در رهت نازیده از خود هر طرف سری زخم
 همچو مژگان بی خبر در آشیان پری زخم
 چون سحر تمیازه آلودش فدا دای کند
 از دست لافلان سرخوش کس از می زخم
 چون شرور دشمن سواد نظر تم اما چه سود
 نقطه ای تا گل کند آتش به دفتر می زخم



تجیر مژده حسن بهاری داد کز شوقش
 چو انگ انگ از دیده تا دانا دل آینه با هم
 زرد سی دیده دل از من بیدار چه می پرسد
 سراپا جبرتم جبرست نمی دالم چه فهمیدم



تا نظر بر چمن و میج بهال و اگر دیم
 دسم بوی بقا داشت نه گل رنگ نا
 آنچه بیداری ما دام نظری نهید
 سستی بود که بر دیده بیت اگر دیم
 غیرت آلوده به هر رنگ نظر اگر دیم
 بیری بود که در خواب تماشا کردیم



قور جان در ظلمت آباد بدین گم کرده ام
 آه ازین یوسف که من در سر می گم کرده ام
 موی دیدار دکنام از رنگ و بویم می پرسد
 آنچه می گم کرده ام تا یافتن گم کرده ام



حیرت آن گم که می فهمد زبان راز من
 گوش بر آئینه نه تابش نوری آواز من
 چشم تا بر هم زخم زنی دامگاه آزاده ام
 در خم مژگان وطن دارد پیو پر داز من
 حس اظهار حقیقت پر نزاکت جلوه بود
 تابه بزم آیم ز خلوت سوخت رنگ ناز من
 دانا شوای بر کش از کیفیت حال سپید
 لغت دایم که آتش می زنده بر ساز من
 جوشش گو محرم قنای پرده مجرم مباحش
 این حمد و البس که تا دل می رسد آواز من

فصح را در بزم پیر سوختن آورده اند
نکر انبسام سخن گردیده ای آن زمین
چون در این محرابیت دل نه دارم حیرت دل یطبد
ره زان بیرون ندارد فکر گردن سازین



کشتاد چشمنه شد نصیبم پیر نیرنگ این دبستان
نگه به حیرت انداخت تا نه کرد روشن سواد مکران
خرد گشت به یون شکار است در دوزخیم شوقی مکنون
به بزم خفا در خیال یلی کماست آه دوری بیابان
خیال آشفتنی عمل اثر شود حرف یک تامل
دل نبازی و صد چنین نگر بنگاه موری و صد پرانا
به ای تعلش کراست بیدار که با چنین تربیکاری
به پیر شاه بیا نش گردن ز دور لب می گردو گریبان



از تحمل سفاک را ساز بزرگی مشکل است
خاک از سامان بالین نگرده سامان
کوشش گردن طوطی بر لب این بزم
مشکل است امور گل چیده به ساقی بزم



نهی به شوقی بهار رنگت شکسته رنگ نورد امکان
دور گشت قبله گاه مستی دو ابروت بجهت گاهستان

سخن ز لعل تو گوهر آرا نگه ز چشم تو باده پیا
صبا ز زلف تو رفته بر پا چمن زردی تو گلی بدامان
به طرز سحری بهار جادو به طره انوار به تداوت
به خط نقشه زلف کسبل به چشم ز کس بزرگاستان
چمن ز عین بهار نازت در نقش رنگ گل زوشی
سحر ز گل کردن عرقها به عالم آب شب خمستان



بسته ام چشم امین از انفت اهل جهان
کرده ام پیر ابو گوهر در دل دریا کرا
ای تمنایت خیالی اندیشش تسویه محال
بهر خود کن دیگر از نقا چه می بوی نشان
جز خمیر از جنین ماسیه بخشان میرسی
خط ز بیکر گیسو بر نمی دارد فغان

کوشش گردون علاج بی پریشانی نگر و
مشکل است از سر دگر چین بستی باغبان

عاشق از اهل جوس در صیر دار و امتحان
کرده اند آئینه و شب بنم زجرت امتحان

چشم اورانیمت بیدل سیری از خون رختن
جام می از باده پیمائی نگر ده سرگران



سر طره ای به هو دشمنان نعتی مشک تر آفرین

مرزه ای بر آئینه باز کن گل عالمی دگر آفرین

سبز زلف و پرده شان کن نگینی به نقشه فسانه کن
بیشتر جنون به پادشاه کن ز غبار من سحر آفرین

در حضور عشق بهش و گمان بهشت نوازم دلی ارم

نجیالی و این تو تانم تو برای من بسگر آفرین

گذر از فتنوی و هم وطن تو چه می کنی به جهان من

در احوالی به جوس مزین زد و چشم یک نظر آفرین

بکلام بیت دل اگر سی گذر ز جاده منگونی

تر کسی نمی طلبد ز تو ملامت دگر نگر آفرین



زده موسی جوس که رسم نفسی ز خودت رسیده من

چو جیر تم به کجا رسم بر بهت می نه کشیده من

چو نگاه گرم به هر طرف که گذرشته مملی تاز تو

چو دل گداخته از پیت بر کباب انگک دوید من

تو و صد چمن طرب نومین و شب بنی نه که آبرو

به بهار عالم رنگ دبو همه جلوه تو همه دیده من

چو برگ ساز طرب کنم ز چه جام نشه طلب کن

گل باغ شعله نجب ده من می دایره دل نکشیده من

من و بیت دل و غم غفلت کز چشم بند فزون دل

چو جاز جلوه من پر است و به پیچ جان رسیده من



چو کشته حسرت کیستم من

نه غلام نه مخزن نه خاتم نه گردن

عالمی ندارم نفس می شمارم

نخندید ای قدر دانان خرمست

چو نمی کنم که کس مباد ای کمال

که چون آتش از سوختن زبستم من

نه نفکم نه معنوی چه عقیستم کن

اگر ساز طبرت نیم پیستم کن

که یک بند بنویش بگریستم من

بهرگی که به در و دیوار پیستم من

خاک است نام ز چرخ آستانم
 بر سه می فغانم گنجایستم من
 جان گرچه با ساز هستی بناد
 کلام بهیچ بس که من نیستم من
 باز آن خیل بسال اسی توهم
 که هستی گمان دارم نیستم من
 باین یک نفس عمر موهم بیدل
 بقا هست شخص غایبم من



بی نشان هستی که درس جلوه می خواند ز من
 عالمی بر هم زند تارنگ گرداند ز من
 تا به جوشد سرده از خاک تر من چون سپند
 خامشی را هم محبت تاله می داند ز من
 آبیار مزرعه خاموشیم اما چه سود
 حقوق می کارد نفس تا ناله رویاند ز من
 بیدلم بیدل ز شرم سخت جانها میرسن
 دهانان در خاک هم آیدت گریاند ز من



سر نقش پا به بلند می رسد از تنکو و خرام او
 که طلال خط بزین کشد ز تبسم لب بام او

من سنگ دل چه اثر برم ز حضور زکریه دوام او
 بونگین نشد که زویرم بخود از خجالت نام او
 به جوامر نه کشیده ام به تشیمنه رسیده ام
 ز پرنگنه تمسیدم به خیال حلقه دوام او
 ز داغ دیده کشودنی نه سرفراز شنیدنی
 هم درار بوده غودنی بکسار رحمت عام او
 اگر از زمین به جوارم دگر از سنگ به سارسم
 بدل رسیده کنارم که رسم به فهم مقام او
 ز سراف منزل بی نشان چه اثر بدست تازی دل
 که به قدم سپرانگند و نفس در زمین نام او
 بجز این که خاک عدم به سرنگند دگر چه کند کسی
 نرسیده دیده بجلون اش چو زبان بجرکت نام او
 همداوست ساز خوں کن خیال آینه خوں کن
 ز نیاز دناز جنون کن چه دعای اچه سگم او
 به سواد انجمن ادب مژه باز گردن بیدلم
 که نزد نفس به چراغ کس سحر آفرینی شام او



می ای جنون ویرانه است کو؟ خس و خاییم آتش خانه است کو؟
 شمع بی نیازها بر آفرود گو خاکستر پر دانه است کو؟
 آب آشنای دهم خویش است تو خود افسانه ای افسانه است کو؟
 باده هم واجب ندارد تو خود افسانه ای افسانه است کو؟
 رت این نفس سالان دیگر گرفتار آب گشای دانه است کو؟

سرت پیدل سواد سوده راه است
 دایره کعبه دیت خانه است کو؟



خند دیرم از چمن بید گواه او میخانه ایست قرق بیا دنگاه او
 هم به سینه خون شده آبی که چون سحر در کوچه ای زخم کشودند راه او
 زار است بدو تر سرش خون کنند ولی قبل فحاشت مهر از گناه او
 ما جزاب ز کج خوشی بکار ویم آسوده ایم ناله صفت در پناه او
 جاک از اسیر و جزات طلب کنند جز شرم نیستی که شود عذر خواه او

چون صبح بیدل کرد و عشق می زند
 باشد خط فکست زنگش گواه او

بیدم بیدل مرا جز بید بودن ساز کو
 تو می می خواهد اسباب غرور عاجری
 تظن گردانم طرولت از کجا سالان کنم
 در بنابر سر سالان ساز حیرتم



از عوم می جو شدم انجام چه دانه ز کو
 در خیال آباد مو هو می نیب از دنا ز کو
 در گویم زده ام چون زده ام پر دنا ز کو
 چون نگاهم غیر خاموشی دگر آواز کو

چو خوشی شدی رنجا چه میجوی
 به عجز کوشش ز نشود نه چه میجوی
 پسین نالقی هست دل پریشان است
 به هر چه صرزد کثرت رنجانیمت دال
 جز این که حرم کند خود استخوان ترا
 حید طشرم بقدر گنجه مسرق دارد
 صفای دل نه پسند و بنابر آتش
 سر را قافله عمر سخت ناپیدا است
 هزار ساله ده اینجا شمار یک قدم است
 به طمع خاک شدم در بران خویش اما

به بحر غوط زدی نا خدا چه میجوی
 خاک ریش تست از هوا چه میجوی
 رفوی جیب سحر از هوا چه میجوی
 ز کارگاه فنا و بقا چه میجوی
 دگر ز سایه بالی هما چه میجوی
 هنوز آئینه ای از حیا چه میجوی
 به دست آینه رنگب طرا چه میجوی
 ز کج زلفی نقش پا چه میجوی
 ز خود برای زنگ رسا چه میجوی
 کسی زلفت که در زیر پا چه میجوی

برام گاه حسد پرشای انفاس
شاده ایست کزین تگنا چه مجوی
تارخانه آئینه حیرت است اینجا
تو دیگر از دل بی مدعا چه مجوی
به ذوق دل نفس طوف خویش کن بیدل
تو کعبه در نفسی جا بجا چه می جوی



بی خیر از خود گذر جانپ دل هم نظری
ای چنتان جمال آئینه دار و سحر
نیست درین هفت تین چون قدرت ای غنچه دهن
گلبن نیزنگ گله سر و قیامت شمری



هرت قفسم کو اثر عجز ربائی
بمور ادب را چه وصال و چه جدائی
نتوان شدن از دهم وجود و عدم آزاد
با دام و قفس ساز که دورست ربائی



که کشید دامن نظرت که به سیر مادم آمدی
تو بهار عالم دیگری ز یکا باین چمن آمدی
سحر حدیقه آگهی ستم است جیب جنون در د
چه هوا به پرده زرد آفتاب کبریا پیر من آمدی
ز قدم جدا نه فتاده ای قدم دیگر نه کشاده ای
نگر این که پیش خیال خود بنیال آمدن آمدی
چه شد املس غلگی قبا که درید آن سگی ردا
که درین زبان کده فت پائی یک دو گر کفن آمدی
پوسش تعلیق صفت ز چه رفتاده ضرورت
برویدی آن همه از صد که بملک بر همین آمدی
نه سفر بهانه طراز شد نه قدم منون گشت بهر شد
نجدت همین مژه باز شد که بغیرت ز وطن آمدی
دلالت بر مژه چنگ زد نه نفس در دل تنگ زد
هرم آئینه بسنگ زد که تو قبا بی سخن آمدی
نمزاج سایه و آفتاب اثر دوی نشکافتم
من اگر بجای تو داشتم تو چنان بجای من آمدی
به پوسش چو بتدل به خبر در اعتبار جهان مرن
چه بلاست زوقی گهر شدن که چو مریخ خود فلک آمدی



بگری محبت تو بهی نه سفر گزین نه آساستی
قدم در صفت غنیمی نه شکستگی نه سلامتی

چونت حقیقت بی خزاں و طنت لب که جادوان
انفی نمود تیری گسار که تو عبرتی نه اندامتی
به نلک زرد نا تو در نظر زین بیار تو جلوه گر
به چمن سحاب به گل سحر چه جان فیه کرمی
پوز خود بخود نظری کنی روی از خود دگر می کنی
تو مگر چنین هنری کنی که بگویمت چه سلامتی
به بیان کمال شریعتی به مصل شکوه طریقیتی
به خیال حشر حقیقی تو قیامت تو قیامت



نه با سحر اسیری دارد نه با انگیز او سودای
بهر جانی روم از خویش می پلهر تماشا می

پرا نا حیرتم چون لاله ای در درخت محروم
رهی نگم کرده ام در ظلمت آباد سویدای

تعلق می فروشد عثوه مستقبل دما می
تو گر امر نه بیرون از خود آئی نیست فدائی

ندام ز شش تسلیم سر راه کیم بیدل
چرا می گردی از خود داشتیم افکاره هم جای

فردیات

و محتاج بود شناسی به هر آینه بهیست + من که خود را نمی دانم و نمی دانم
از بهک ساز تا خانه بی نوران پرسس + بی نالشی بعد پرسس کاره وان ما
بر امید وصل شکل نیست قطع زندگی + شوق منزل ای کند نه و یک راه دهنه ما
بیدل انبال و پر بسته نباید بهر حال + غنچه تاوانه شود به جلوه به بخشد بودا
خطابه ز شوم دل اندر که به کی نمکی بود بیدل + به ششم بخیه نقوس کرد به پاک لحن گل را
مصحح دنیا ما ساحل هم نشینی شکل است + به قمران ندر منزل کرده اند آرام ما
زندگی محل کشیدیم در عالم آرزوست + بی تهر و بیکی نفس و کمالان از یک دعا
بجرات پر از برق قزمن آسود گشت + یک جهان آشفته ای در بال و پر زار بهما
از ششم دیدگی طالع من هیچ پرسس + آنچه پیش تو نگاه است خنک است این جا
در پای فردوس را بود امروز + از بی دعا می گفتیم فردا
پارده افش و بیم او نمی دانم که بهیست + سادگی ختم همه تنگن آئینه بر نیسان ما
بالا که برایش بهر شک است دل او + دشتی که چهارش همه بهیست دل ما
آرزو کن گشته نیز نگد مخ ناز کیست

غزوه دلمه با شش و جلوه می گوید میا

عوض طلب دیگر از اظهار منفعت دیگر است

بیدل از آئینه نشوین ساخت دمنج بام را

ای نشان بگذر ز پشته لامکان نسیم باش

چند دلدیر سپر کردن سبیل شمشیر
عجالت همین آسایش بد از آن مشرب در آید که موی بگرداند از شکست غنای بزم
فصل رنگ آمیز کی گردد و زینت بد عشق + غلام تصویر نتواند کشیدن آنالعا
مد سنگ شد آید و صد طره گهر صفت

انوسس جهان طامه تمام است دل ما
ندارد ناله لیلی شیره بی پرده گردیدن

مگر بخون ز جیب خود در طرف نقابش را
بهر طرف همی شوق خود ز بیتی ست + دکان آینه کرم است چار سوئی ترا
گفت آنکه که دارم تا بکیدن خاک می گردد

چنان گیرم به این بے ماگی دامان حائل را
دل گشته سرخاست ز کیفیت شوق + نشه باله اگر اندوست رود شیشه ما
چشمدان دل مرگشته پریشانی را + ناخواب بود کشتی طوفان را
ز دمل مدحاسی طلب بالوس میگردد + بهر بکاری رساند الحاق زخم مرهم را

آفر ز فقر و سر و دنیا ندیم ما + خلق بجهان بنگرند و مانندیم یا
گردنالم کجا دم بیدل + شش هفت بیگسی و ماتنها
سن و عمر و رسوم بهمانا ما + بردمانا از آستانه ما
به بدکلی است آسایش خلق طلب بیدل + خوشی بهر کجا که بیدل

شاد این جا بهار این بهار بهشت این بهار این بهار

تو که خود خاکی مرمت مردم کن دویستی ما
نقاشی ز کج خط خال آن قدر کش + باید که شمع ظاهر ابدی بگوشی ما
زده می در تپنده بند رسم دلاوت مرق است

دست دست تست بشکن این ظلمت نگ ما
چهره ملک آلاش شوق انتظار آماده است

کای بهار بلخ بزرگی ز آب و گل بر آ
بگلشنه که بهار شبنم بهار تو دور + گاهات آینه پذیرد آن که شد چو بهار
گرا آید شکندی شود عسارت دل + شکست موی بود با صفت بنای بهار
نخه بهر دلاوت جلد مال صحت + ناز سرشار بهار باغ نزه غمزه عتاب
دیر حاسه در گس درین تماشاه + هزار چشم بیک رانصیب و بین نیست
گویند بخت است بهر دلاوت بهار + حلت که بخت ز تپند دل به مقام است
برون دل نتوان یافت هر چه خواهم + کرم گنج که در خانه خواب تو نیست
آنچه نتوان داد بهر دلاوت محبوبان دل است

آنچه نشان در بخت بزردهای زبان آرزوست
بیدل و جنون کن دانه می دلد بد زدن

عالم به زندانی تقلید رسوم است
هر چنان که درین عرض نماند ز خلعت + تمیز شوق و بیکایی برون بر خاست

بله بود ما برین برحق عدم و ابد شدی + تا در بر آینه پیدائیم عالم ظلم است
 سخی عاشق را بچند مردم دنیا مسخر + و بعد طلاق دیگر است و حق بیگانه است
 گفتگو گیر دلیل هرزه گریه های مست + تا جری فریاد و در کارها که بود نیست
 به غفلت آن چنان دهم از دور است + که تا این چهار صد و هشتاد و پنج است
 صفات هر چه بود فانی ماند و نیست + بگو لا در گل و لعل و نیا که نیست
 به رنگی حق زود عالم بر پیران است + و دیدار دوست بر حق خودمان ندیده است
 حق نقش پس نه صفت رنگ آن رنگ است + هر که در حق تو دنیا کشیده است
 به اندیشه پاچه مشکلی افتاد است + که تا قدم زده ام پای بر و فانی است
 در نقش پایش سبزه بیدل + هر چه گلینه عکس عهد رنگ است
 حال دل پر سیده ای بی عاقبت آماده باش

شوقی افزانه یاد ستگاه و خواب نیست
 زبیب بر مشوره آفرین چکاوک است + بیا که جای تو در تمام دستار عالم است
 چشم که در کفیل فرست نظاره نیست + بر لای شمع آتش و درج بسمل است
 کوکبوت و چای بن آینه ها داد است + بر جانزه بلبل کن جلوه گاه است
 محبت زود با خود دشمن نه جنگ است + با دو دستان بر نگه دو عالم رنگ داشت
 بهر استقبال نازش هر که گاهی پیش رفت + تا ابدی بایدهش چون بوی گل از خوشی رفت
 بهر نامر با طرک کتاف نغمه دار کار نیست + چشمه کمر و زین تا آسمان نهیدن است
 زده شکلی کار و دل فدا نه گلچین است + در بهار زوینای رنگ حلقه های این است

هر کس خاک پرورش صد گداز آماده است + یک قلم اجرای می خورم اگر کوی است
 تنم ز بند لباس تعلق آزاد است + بر تنگی به بر غفلت خدا عاود است
 مرده هم نگر قیامت دارد + آورمیدن به قدر دشواری است
 کار با بی طرفی عشق غیر افتاده است + شش بیت دیدار و ملائذ گریبان پر نیست
 به هر طرف گداز سیر زستان کن + به قدر نقیض قدم چشم زستان باناست
 کس ز نیتی به عدم هستی اگر بجای داشت + خلق از خلقت این خانه به محرابه است
 تمکین کجا به سخی اخلاص رضا دهر + که نیست این که نام توام بر زبان گذشت
 کدام و خود چه اسرار خویش را در یاب + که هر چه هست جهان غیر آشکار نیست
 گر عروبه آنگی از زندان که گرد و آبروی سرایانستند تا دامن بینا گذشت
 بلبل به ناله عربت چن را مضراست + یارب زبان نکبت گل تر جان کیم است
 دنیا توام نیست خیم کلفت نامکان + گداز که بود در دهانش هر رنگ است
 از بس قاشق دامن عاود نازک است + دستم اگر بکار رود کار نازک است
 با که باید گفت بیدل ما علمای آرند + آنچه دل خواه من است از عالم انداک نیست
 دل فریاد آب تیغ گوه مستحب + سر بخون گل فامان محراب است
 بهر کاش که بحر علم بهر سس غول ملوم + عدی عدم عدی عدم بهر زبری نیست
 بهر شکلی بی هوئی قابل محبت داشت + آدی هم پیش لعلی کدام بود بزم بود
 یاد آن حشری که از یکنگلی بیداد حشر + سبیل و دیر از نام پیران بهر میانه بود
 ذره تا مهر آینه عریان کردند + مانگشتم عیان بهر چه ثایان کردند

ملکی گوید از بهی بر آزار بود + در ندهد کف عدم آسودگی بسیار بود
 بر سخن سخی که خواهد صید معنیها کند + چون زبانی باید اول خلوق پیدا کند
 در مزاج خلق بیکاری بوس می پیوندد + خافلان نام فضولی را تصوف کرده اند
 چشم پوشیدیم یکسان شد بلند است در بهر حالی را شوق از ظاهر نا هموار کرد
 دل اگر می داشت و سوت بی نشان بود این چنین

رنگ به بیرون نشست از سکه میزبانک بود
 نگار باز تماشا می فرست عشق است + بیرون ز خویش بیرون گبرنی تا بد
 درین زمانه ز بس طبع در مزاج گرفت به جهان کسب کمالات سوخت نا گردید
 نه شد آنکه شعله و عشق بدن فشرده فزون کند
 به زمین طبع بخلک و دم به چرخ کز که جزو کند
 بکدام فرصت ازین چنین بوس از فضولی اثر کشد

شب خون به عمر خضر زخم که نفس شراب سحر کشد
 در دست تخم درین گلستان که نو بهاری نه کرد سامان
 به است رنگ گلست ز خاکم اگر بر آرد چنین بر آرد
 نه تنها از قدر مستی و از گل رنگ می گشت
 ذای عقل جودت به صد آنگ می پوشد
 شوق دیدار به که اندل بالی حسرت می کشد
 طلب در میان می رسد از این جوی می کشد

همان از مددی نفس گشت فقط بر تم همانکه یاد آشیان کز نفس هم گشت
 هر روز عشرت با شکست نزدیک است همانکه از لوله به باغ به باب می گمرند
 خیال زندگی و مدیست بیت دل که خیز از برگ و جلالت به دارد
 هر کجا شمع تماشا می توید شمع می شود + از زمین تا آسمان آینه فزون می شود
 حسرت خلعت تو کم بود شکسته دلو به در صلواتی خواستم آینه به دستم دادند
 زهرگی شبیه به حق است که تا به هر که هست آینه ای به پیش نفس می گیرد
 کورنگ و چه بود جلوه یار است به بیند + گل نیست همان و از خدا است به بیند
 مرا سینه شمع با قلم با قمری و سرو + یخک می و از دلگی هم آغوش شدند
 لب و دهانیم تله زده ای انشا کنیم به بیاد به تو یاد قحط می شود
 به دل اثری بریده ای یاد از فرات + فارس برین اگر قیاس تو تپس شده
 شاد باشی به دل که آله عفو است و ای شود

قطره ای رسد به سکه دریا می شود
 خنده بیکرم با کلاه و جاو بهب آمد
 در به یاد تو که کرد و ام سپاک نه رسید
 در با سست لظه ای که به دنیا به چرخا می دیگر خواند به رسید
 دنیا از غفلت و حق غنم اعمال + تو سودگی از ما به بهان فاصله دارد
 از بهر به بهر و با جان کله تا به به به کله ای است که انسان کله دارد
 در فغان بهر که به دست به دست به دامن و مرا می رسد

مباش بی خبر از درد بی شبانی عمر + که هر نفس صد قایم کتاب می و مرد
عشق اگر حاکم کند رسم خود آرایها + بخانه نیست درین دشت که لعلی و شود
بهم از گلشن دیدار جلای چیدیم + هرگاه آئینه بیند ز ما یاد کنی
هر ملک دائره مرکز تسلیم من است + دستگاه کج از بهت پستم دادند
هر ماخت کما طالع و کدام استقبال + دیده هر سو نگر و بود به تعالی بوند
بیدار اسباب جهان را حاجت مشاط نیست

ز عشق هر چیز را نایافتن زیبا کنند
اگر دشمن قانع پایشه است این شود مبدل

نخن ز روی بود میبک شمشیر که غم داد
بواغاه تو دیدم هرگز از دیدم درین گلشن

ز گل رنگی نوی بود بدین بود تو می آید
باد آن همیشه که از رنگین پیدا عشق + سینه در دیوار من باده در پیاده بود
دول بر روی دل در جهان جلوه رنگ رخبت

این جامه بر خود تو مقید به تنگ بود
عشق بی پردا باغ امتحان مانده + در دشت خاک نام قایل بود و لایق
گلاب به کعبه می بودم و که بوی دیرینه از نام به هر طرف فرستاد
و لعل که اصل نیست از بوشن تشنگی است
و دیا می و بیکامه درین ترخی شود

و دنیا و عجب اخیال است مبدل + تو باشی و بعد از آن گریه باشد
و درین عمر که یکسر بال خاکی است ابرایش

خجاری گز خود باله همان نیزنگ می و شد
و شقام از آن لعل شنیدم که پرسید + می خواست که سنگ زده آخر به گریه زد
در عشق ز سپرد از هر سن آینه برگیر + هر چه بدست قتل شود باز در سر گیر
پرسد ز نشه معنوی و ما غیبه حسن و خبر

نه روی پیاست اگر کشی به دکان شیشه گران هر
سیران گلشن غنیمت دان که فرصت پیش نیست

در غلیم خنده گل بال و پیر دلد و بهار
و درین سیه از عشق دیدار + اندک شش آب است از شرم اظهار

نقدی ادب کده خمر سر به سج ما طذار + تمام خاک دل افتاده است پا طذار
به دم و مظلومی مالی بهیر با احتیاج + خاک بر فرق تو هم آمد و داری هنوز
نه ندگی محروم تکرار است و بس + بگلان شریه بی جلوه یک بار است و بس

و ما در دل به هیچ قیامت افتاد است + سنای از غلب من گیر و انتظار و بس
نه پیش مغر و عظمت بگو که هم به باب + سر به دارد و اگر خاک کنند دستارش
همان طاعت هم نظر بودن آرام است + اگر زمانه قیامت کند تو طوقان باشی
گیا که است به آینه آخر شش + که کش کرد و سال ما چین به شش
بیم گم نه گاه ساز و شش + نه بخوبی پیرا من داد و لایق

هر قدر در میان کشای صلاه در آتش تست

ای نگاه مفت فرصت طالب دیدار باش

یک قدم راه هست بیدل از تو تا دامن خاک

بر سر مرغان چو اشک استاده ای بشیاء باش

هر که درم از خویش بسودای خیالش + طوفان کند از گرد و هم بوی بمالشی

دوب و شرم نگ آب می شود درین + شیده ایم که بی پرده است دیدارشی

من نمی گویم زیان کن یا بفکر سود باش + ای ز فرصت بی خبر دور هر چه باشی زود باش

دینا اگر دیند به چشم ز جای خویش + من بستانم تنای قناعت به پای خویش

بهر کمال اندک تا شغلی خوش است + هر چند عقل کل شده ای بی جنون مباش

هر روز عالم ناک شد تا بخت نقش آدمی

ای بسیار نیستی از قدر و قدر بهشیار باش

بسیار از چشم بخت کسی نشد محرم تسکین بجاست آئینه تا نمایم چو صبح داد و بربادش

بسیار از خلوت بر در و در آید نقاب کشوده نازنین

کوشش بهجت چو صبح گوهر چویم آتش کردنگش

شوقی بر نمی آید دماغ ناز یکتا نمی + من از حیرت فرودم صراط اعداد نیزنگش

شانه هستی دارم پیرس از بود و نابود شد بعد آتش قیامت می کنی گردا کنی دودش

مرا و توبه لب معشوق اگر نه ده نظر است زویدن گهر و لعل آبدار چه عطا +

موفقن آماده باش آگاه بهیت خلقت دمید

صبح لعل را شام کردی شامی فزاید بهسودش

برگیت بیت از چوستان تبسم + جو بهیت نگاه تو ز خانه قناتل

مکن چشم بر جای بود تقوی کم نبود + امتحان رفتی دارم گشای می کنم

دل هر زده مانده دیدار تو بود + چشم بستم و هزار آئینه نقصان گردید

نه تنها تا امید وصل یارم دورم از دل هم + ز لب حیران نفیسم پیش من لیلی ست محفل

بیمانوس دارد محفل سحر دار مشتاقان + بیادست هر کجا رفتیم به سامان چون رفتیم

گلها به خنده هر زده گریبان دریده اند + من حرفی از لب تو به گلشن نگفته ام

ای بر من بی خبر از کوشش همدردی میانش + پیش ازین ماهیت ناهربانی داشتم

آمد گلشن نازان گوهر تبسم + دل از کف تعاف گل بر سر تبسم

تو هم از خود بردن آتش شید حقیقت شد

بیک پرده از جزو خویش را گل می کند شستم

نمی دایم چه بزرگ است انصاف محبت را

که خود را هم توی پنجم و با خود سخن دایم

داده ملت باید از شرم آب گردید که آید از نراقت زندگی کردیم و جهان را شستم

مقیم حد تم هر چند در کثرت وطن دارم + بدو یارم چو هر خلوت در انجمن دارم

و گویم و می دانم می گویم و گریه می کنم + حرفی که نمی فهمم را چیکه نمی دانم

تا کم به سر که بی تو به گلشن به سوختن گل شعله ز شش جهت دهن در غم
 دیده اشعار را و لعل کمره ام بای قلمت به چشم باغانه سفید کردیم
 من آن خرقم که خود را در بخار خویش می جویم
 و من در حبس بشکر کرده ام ای بسا و من بگویم
 بعد نشاء شب کرد آن فراق یادم و خود را اگر نه سوزم شمع دیگر و یادم
 من که بجز با تو نه پر داغسته ام و گریه خود بساخته ام ساخته ام
 اگر لطمه از غفلت خویش است و گریه در ریاست من ریخته از جام بهایم
 و در اصل از محرومی دیدار پیرسید و آئینه نه فهمیده که من با که دو چارم
بدری که منی آئینه لفظا است و فریاد که در ساز نه گنجید و آیم
 کاست مشرقی لفظ معین بیدل و پری مقام و زکام شیشه گر دارم
 شب که آئینه آن آئینه و گریه دیدم و بجز اسی کرد که من هم چه او گریه دیدم
 شدم راندی که در گفتن و گنجیم و زخمی که من در من و گنجیم
 به تفکر من در عدم خود ده باشم و که بد خاکم آئی و من مرده باشم
 غالب جهت منظران باید بود و خاک بر من پشته که نه راد آدم
 هر چه آزادی از خویش خدا نه گزید و بر سر خود ایستادن و مهر اشیوم
بلازم با فرد هم قانه بودن و در نه زی می توان ویرانه بودن
 و در دنیا که از ساحل تبسم می کند و محبت

بآب دیده می باید و منی چون گهر کردن

بزرگ غنچه گردان جمعیت بچنگ افتد
دل از اندیشه یک گل گلستان می توان کردن
 از پیر خ بار منت تا که توان کشید ن
باید بیا مردی دست از جهان کشید
 باطن این خلق کا فر کشین ظالم هر صبح و بخود قرآن در کنار اند و منور در آینه
 گر باین دامانگی مطلق حنان خویش شاه و گام اول در ریت سنگ نشان و آیم
 بهر که در پیش کریم ناز کنی دقت بهرم و در نه که منی است خود رگنه و استرا
 گر باین سناست دور از وصل بجانان زیستن

زنده ام من هم به آن نگی که نشان زیستن
 زندگی در گردن نهادن بیدل چانه باید زیستن ناشد باید زیستن
 جمال تا نشود مائل لظافه خویش و ز آئینه نشان عرض ناز فهمیدن
 چنین کشته عسرت کیستم من و که یون آتش از سوختن زیستم من
 حیرت آهنگم که می فهمد زبان را من و گوش بر آئینه نه تا بنوی آواز من
 هر چند نیست بچه محب گر لیتن و باید نه شرم دیده بی من گر لیتن
 پییدم ناله کردم آب گشتم خاک گر دیدم

نطف میش از ین توان به عرض مد کار کردن

تب و تاب انگ چکید دام که رسد معنی را از من
ز شکست میش دل مگر شوی میش که از من

ازین عبرت سرافرازان نام نادانانند سر پایا مغرورانش بودند چیزی نفهمیدن
 به دانی و میزور پایان ندانند و گویانند که کار نماند خوش بنود زبان و به نفهمیدن
 و گذشت وی کشم از روی نقای تو و ای قدم تو بر سر من ای سز من به پای تو
 در ملکسم بجز فرصت حال و استقبالی گوید

شش جهت یک گردش رنگ است ماه و سال
 بر چند مردم از جن جلوه گاه او و معجزه است شوق و یار نگاه او
 فریق عشق و شوق است ز آیین خود رنگد و
 مریت کفر اگر توان شدن پاری سلمان طر
 گریزه عجب گبر نشیده ای در من خوشش او

بیا شور و شرم بشنوازل لعل خوشش او
 یکی رهبر تو از کون امکان شو و جهان بگنجد و خود در خود جهان شو
 چه فلک چذره ناقص به جوی شوق تو بهر نشان
 تو بهر عالم رنگ و بهر اشیان طهر شود تو
 گر باین رنگ است بیدل روزی باز او در هر

تاقیات یوسف مایه نمی آید
 به محفل شمع تابان در گلستان رنگ و باشی

الهی هر کجا باشی بهر آهر و باشی
 گر یک مزه فلک چشم فلجم شده باشی و شیرازه اطرای و به عالم شده باشی

بیگ اگر آگه شوی انقدر دلمت یک زخم بعد از جسم نه دزدی
 که به روی تو جنت بود چون زندگی بر هر قیاس مرگ شمار است خبر من زندگی
 خاک بابا سجده آن استان مفت است مفت

مردی خاقل کی ماد کجا افتادگی
 همین آواز مازدانی دهر آید چو مریم شمار چراستان و شش
 تا چند ناز خانه و سیخ و ناگشتی و تماش تصدیق اگر از رنگ پاکشی
 مباد خردی است نه فری نه گاهی و خفا چو هر قدم و نشین و گاهی
 او به جز سرا چو هر قدم و نشین و گاهی
 طریق کعبه چو هر قدم و نشین و گاهی
 نه با محراب چو هر قدم و نشین و گاهی
 و حل جنت چو هر قدم و نشین و گاهی
 چینی چو هر قدم و نشین و گاهی
 دین چو هر قدم و نشین و گاهی

نگر و امید گل چو هر قدم و نشین و گاهی
 و شریف جهان چو هر قدم و نشین و گاهی

کحل این جای چو هر قدم و نشین و گاهی
 در هر محبت چو هر قدم و نشین و گاهی

بهار این محبت چو هر قدم و نشین و گاهی

النار

بهیست النیران معرفت و صورت فاسد از نطق و بیان
 جلوه نیرنگی در پرده حیرت عیان
 یک نفس پرفاز آهنگش ز هر حق تا عدم
 یک عدم جولان عرش بی نشان تا نشان

سودانی تخیل

شب که سوادان اجمال یاه در دل بوش داشت
 چشم واکردن زین تا آسودن آغوش داشت
 شش بهت کیفیت رنگ تیر و دگرش
 هر طرف می رفت از خود جلوه ای بر دوش داشت
 او خرامان بود اگر شک از نظری شد روان
 او سخن می گفت اگر دل بر چسیدن گوش داشت

بخزادرک

بیدل آن گوهر نایاب سراج به محیط است که پرسیدن نیست

عکس افتاده در آینه بوش گل توان گفت ولی چیدن نیست
 بخزادرک اگر فهمیدی معنی این است که فهمیدن نیست
 نسو بادریغل و فهم محال جلوه بادریغل و دیدن نیست

جستجو

بحر بیتاب که آن گوهر نایاب کجاست چرخ سرگشته که نور شد جهان تا کجاست
 دیرازین غم در آتش که بزرگ است کعبه زین و در حسیه پوش که محراب کجاست
 ای نموده بوس دلخ فروش آتش کو لایان تشنه ببرد دم آب کجاست

سازدستی

(۱)

ماهریفاں بزم اسراریم مست بام شهید و دیداریم
 بوش بحر محیط لا بهر تسیم فیض صبح بهار انواریم
 اثر و فعل حق زما پیدا است بی گمان عمر من سیرا ظهاریم
 جلوه فراست حق بکسوت ما لاجرم طرفه رنگباریم
 برق عشق شعله می زندیم ابرشوق قیم ناله می باریم

(۲)

ساز آفاق جمله خاموشی است این قدر شور زیر و بم مائیم
 غیب عرض شهادت است این جا هستی ظاهر از عدم مائیم
 سر داشت رموز هر دو جهان گر کسی می کند رقص مائیم
 ابر تحقیق فیض می بارد عالمی سائل و کرم مائیم

سعی نظر

چشم خواب آلوده کلفت خانه در بسته است
 سیل اگر غافل شود آتش درین بنیا دریز
 در همه آئینه دایره گوهر راند دل سست
 یک کف خاکش کن و در ره بگذارد باد ریز
 زندگی بیداری است ایشان جهان پاک کن
 صدمت مرگست رنگ خواب بر اجساد ریز
 رنگبارد پردی تحقیق مرغان خفته است
 هر چه می خواهد دولت زین خامه بهزداد ریز
 مدعا این است که سعی نظر غافل مباش
 بر اثر آینه تماشا هر چه بادا باد ریز

جوشش حیرت

بیار باد که در صید گاه عالم جوش بهاری رسد از موج گل بکند بدوش
 بند ق وصل جوی در قفای دشت چمن هوا را بر بهاری کشوده است آغوش
 پی صیقلی ساز کشان عقل شوق نشاط جام بدست است جنگ باغ لوتی
 دوامده است صد رنگ ریشه امواج زو با رنگ گل بهار طوفان جوش
 در گرم جوشی رنگ هوا عیان گردید که در گرفته در آفاق آتش خاموش
 قافله سلسله شوق پرده پا دارد برون لب قلم بر میز زین و مغروش
 و گر به از میز جوشش بر نمی آید نگاه آینه شوکت تحسین جوش
 نیم عشرت این فصل غنچه در بغل است نفس به موج هوا سوزد باده نیش
 بقدر چشم کشودن طرب غمت پیاست ز خواب گرمزه واکرده هستی کوشش
 بیابانای فرصت که رسد به چین هوائ رنگ زبرگ گل آشیان بر جوش
 به رنگ دانه و نه رنگ این تمدن اتم که صفت کشید و بوم هزار رقتن جوش
 ز سانا سخن راز تا چه می شنوند که گل ز غنچه سرگشت لود کشیده بگوش
 کدام رنگ در گل جوشش حیرت اینجا قبا ناز دریدست خاک آئینه جوش
 حدیث پرده رنگ از که بایدم پرسید زبان بوسه گل آوازی دهد که جوش

خودشناسی

وال دیگران از چه بر خود نسروده
بیدار ز خود بگو که تو هم کم نبوده
رویش ز تخم تو آید بر دس کار
بهر نقاب فرین امکان کشوده
نگ مکت سوار چرخ عرض رنگ دوست
آیند از خودی و جهل نموده
ز گلین تست بخت و کشد ظلم دهر
اے چشم آگهی بچ غفلت غنوده
الم تمام نوحی پیام خود دست و بین
اے شوقی ناله که چه از خود ستوده

شان فقر

بسیار دشمن که کنه نیاز بهلای شوق
چون فردی بهر بر خاک سپاه افتاده است
بسیار آینه که گسوت ز کارش
یوسفتم خلوت گاه چاه افتاده است
حق با قبال فکر از خاندان پوشیده اند
ورنه در هر خاک چندین خزان افتاده است
هر که اگر شکسته بسره آید به چشم
به تامل نگذری آنجا که افتاده است
زده تا قور خید نرفاں جلوه است ما پند
دیدم بای خلق بر غفلت نگاه افتاده است
عالمی محل بدوش و هم جولای می کند
کیست تا فکرم منزل هر برادر افتاده است

یاد یاران

گو گذشته رفیقان ز دل فراموشند
کدام ناله که در پرده اش نمی پوشند
چراغ انجمن حیرت نظر بود و غدا
کنون به پرده دل داعیها خاموش اند
عذر فتانده درین بزم تا سخن باقیست
ز دیده رفته حریفان هنوز در گوشتند

ما تم پند

خود شنیده ترا مید و فروغ به نظر ماند
دریا بیکتار دیگر افتاد و گهر ماند
آشکده رفت ز زگره ریخت شراب
دل آب شده قطره فون به جگر ماند
آی سایه گذشت از اثر دست نداشت
این نقش قدم دایم شد و خاک پیر ماند

در صفت خرد

آدنی زاده وارث خرد دست
به خود غیر مثل حیوان نیست
هر که با عقل کرده است ظهور
منظرش جز وجود انسان نیست
شاید عقل چیست شرم و ادب
که ز هر گاه و خردنمایان نیست
همو دلا نیفک خرد و شرم است
لیک این وصف در خرد نیست
مگر محمل است به حیاط و لب
هر که اثرش نیست ایمان نیست

شکریہ گو داری بہ شکر اللہ خاں

سزد کہ چشم ہوس از گل و سخن پوشیم سوس کشیم وریں گوشتی چمن پوشیم
 ہوس و سیکہ تنہائے این لباس کند ہزار جاں بہم آیم تا بدین پوشیم
 اگر بایں ہرست آب و رنگ غریبان چه لازم ست کہ با عیب پیرین پوشیم
 دباں بساط کہ دار ستگی ست خلعت مرقع بحر از بوسے یا سمن پوشیم
 قماش مرحمت خاں اگر بایں رنگت پو بوسے گل ہم نسرین و نسترن پوشیم

مقام اولیا

اندر اللہ گرفتار نیستان صوفیہ کسے جلوہ گاہش آیتیں اولیا ست
 آفتاب مطلع انوار ذات روشن از ماہ جمیں اولیا ست
 مریعہ سر سبزی کون و دکان تا قیامت خوش بچیں اولیا ست
 انجلی گویند از غرش بدیں معنی قرش زمین اولیا ست
 خلیف در ہر جا شہادت می کند وسعت آبادیقین اولیا ست
 گر بہ تفسیر کلام اللہ روی لفظ و معنی آفرین اولیا ست
 ہوش اگر بر دم اعظم ہے برد یک قلم نقش نگین اولیا ست

زبان بید لے

انچو کلکم می نگار و محض حروف و صوت نیست اپو کلکم می نگار و محض حروف و صوت نیست
 ہوش می باید کہ دریا بد زبان بید لے ہوش می باید کہ دریا بد زبان بید لے
 گم ہمہ جبریل باشد مرغ فہم آگاہ نیست گم ہمہ جبریل باشد مرغ فہم آگاہ نیست
 تا چہ پردہ اندست و آشیاں بید لے تا چہ پردہ اندست و آشیاں بید لے
 گوش دل در حیرت آئینہ خوا بایند ست گوش دل در حیرت آئینہ خوا بایند ست
 بے نفس وارد تکلم تر جہان بید لے بے نفس وارد تکلم تر جہان بید لے
 ہر کازہ خود شد حق از ہستی مطلق پرانت ہر کازہ خود شد حق از ہستی مطلق پرانت
 مجدہ می خواہد حضور آستان بید لے مجدہ می خواہد حضور آستان بید لے
 اعتبارات جہاں از گاہشم افزودہ است اعتبارات جہاں از گاہشم افزودہ است
 صفرا اعداد ظہورم از نشان بید لے صفرا اعداد ظہورم از نشان بید لے
 چشم می باید کشودن سرمہ کردن آگہ نیست چشم می باید کشودن سرمہ کردن آگہ نیست
 نالہ کم دارد دلائے کاندان بید لے نالہ کم دارد دلائے کاندان بید لے
 از حباب من سراغ گوہر تابیاب گیر از حباب من سراغ گوہر تابیاب گیر
 یک نفس چید ست بحر انجبا دکان بید لے یک نفس چید ست بحر انجبا دکان بید لے

حدیث بود هر آینه نیست غیر تبحر
سوال اگر ز خوشی بود جواب نه دارد

کشمکش

بیدل از نخلت نوا یان بساط جراتم
 زنته ساندے بیتا ازین تحریر تمام
 بخش گرم نفس بر ہم زند بنیادین
 دین قلب و دوا دین غیرت خط می کنم
 زنده داسنی نگون شرمندہ تحریر کرد
 سان آیدم و آفاق گل کردم به دم
 دلی گل کردم اما در نظر گاه یقین
 عدم گویم عدم مستغنی است از امان
 چه کسی چون من کسیر و هم این دال بناد
 پروبال جنون پرواز عتقا هست

حدیث نموشی

کدام قطره که صدر رنگ در رکاب نه دارد
 کدام ذره که طوفان آفتاب نه دارد
 کدام غنچه که بوش بهار نیست به جنبش
 کدام نقطه که جمعیت کتاب نه دارد
 بجائے خود ہر آئینہ حقیقت خویش اند
 بہ موج غیر کے نسبت حجاب نہ دارد
 چہ ممکن سعد نگوید سراب با ہمہ غشکی
 کہ پیش شوخی موجیم ٹھیس آب نہ دارد
 دلے تیر بہ ہر جا کثودہ است نقابے !
 عیار و دود نم ریش حساب نہ دارد
 در آن مقام کہ موج گیر فرام فرود شد
 درنگ رخ کس اندیشہ شتاب نہ دارد
 بہ عالمی کہ تو اں جو ہر نگاہ شرم و بے
 بہ صفر دیدہ انعمی کے حجاب نہ دارد

محمودی

اسے جہاں علم کہ از بن التفات ہمارے خلق
در مزاج معنی آگاہاں ہماں مستور ماند

بید ماضی ہائے مستان چشم شوق وادہ گرو
موجبات در جام غور نشہ انگور ماند

نہ گستاخی مایہ حیرت خفتہ پیدائشی ست

عالمی افروخت شمع دہم چنان بے نور ماند

چشم بندہ ی چون بجوم لمحہ دیدار نیست
باہمہ نزدیکی این برقی از نظر بادور ماند

گر تھے محرم شد اندیشہ غفلت بکراست

معن از بس بے نیازی داشت تا غفور ماند

الترجبت

رشید با آب پوسا ز دگل اتر گروہ خاک چوں طالب رشید شود ز گد
محبت صاف دلاں جو ہر کسیہ غناست بہ صفت نظر حال است کہ گوہر گروہ

تحریر زار

تا نفس بر خود و طہد و سبے لادی غلطیدہ است
تا نگہ بر خویش جہد حیرتہ بالیدہ است

سیر این گلزارش خواہد گریبان چاک کن

صحیح بر خود داری ما غافلان ننندیدہ است

باید از خود رفت تمہید و گرد کار نیست

ہر طرف مردگان کشائی رنگ مینا پییدہ است

جذبہ نمو

در قید جسم دل را نشود نما محال ست
کنج ست فادہ ما از خاک اگر بر آید

صد گل بہار دار دایں غنچہ در شکستے

صحیح ست زیں گریبان یک چاک اگر بر آید

پیچ و خم نفسہا دام رہہ است بکسل

یعنی نشہ است اما از تاک اگر بر آید

از ماست که بر ماست

تر چشم طالعمان دانش آهنگ
که در آفاق هر جا کو بهار نیست
به هر جا نقش ابرو به باشکوه است
درین وحشت سر پرده رنگ نیست
زین گیری که دارد سر گران
اگر کوه از فسون شد زین گیر
بر رنگی کرد با او ماندگی صبر
فسون زین صفت مطلق عیان شد
بخاک کز دماغ شوق انگشت
معین شد به طبع معنی اندیش
همین یک نامه در کسار پیداست
مبادا محجب اسرار نیزنگ
بخار انگیزی ابرو بهار نیست
همین تمثال شوخیه های کوه است
همه زادی است افسردگی نیست
تلافی دوست از فیض روانی
نه شکر نه میوه از امداد تقدیر
که آخر بخت رنگ و بخت ابر
جنون کرد و باین صورت بدل شد
همانک اول برده تویش بخت
که سیر خلق بیرون نیست از نقش
که بر ما آنچه می آمد هم از ماست

کرشمه نگاه تاز

تاز و پارس تاز کرد آن نرگس مستانام
شوق بخت زد کجی چو دانه میخانه ام
باز شد به پره و دیگ تا بکوه کوه
در رفیقان نهار آید کنون دیوانام

قدر و قیمت شکست

شنیدم کسب زبانی بایزید
به بحر حضور به حقائق شهود
که یارب چه آورده من بوالفضل
ند امداد حضرت ذوالجلال
زین عبادات علم و عمل
همه به جز نقص در کار نیست
زین شکست آنچه پیدا شود
شکست توانی بدارشی ماست
محیطیکه رنگ گهر نقش بست
سلامت نمی زید از ساز مویج
شبه داشت با عشق گفت و شنید
خیالش نقاب متن آشود
که یابد درین برزم رنگ قبول
که فرش است اینجا و عالم کمال
عبارت است این کشور به عقل
کمال ترا کس نیز بداند نیست
برین آستان نقش و استود
که بحر کرم سر بهر مویا است
نه خواهد از امواج عجز از شکست
شکست است انجام و آغاز مویج

بر این گل کدگر به ابرو بهار
که رنگ شکستین نه کرد اختیار

تامل و تفکر

غاک بودیم از بهار جلوه ساعز ندیم
 دلمان گلین شدند و ماچین بر سر ندیم
 خافلان از گفتار رفتن تا بوج و حساب
 ما بوج خاص از تامل بر سر گوهر ندیم
 بون بحر بر آسماں بردیم گرد غاموشی
 یک دوچین از ناله داماں نفس بر ندیم
 ہم چو شمع آتخس سوزان ما پیرنگی رسید
 ہم دین محفل خدم بر عالم دیکس ندیم

ذوق و شوق

باز ایامی که جان مشتاق و دل به پیش بود
 هرزه و اگر زنی تمهید صد آغوش بود
 تا چه پیروزان در غافل موبوم داشت چشمت
 تا چه فرمایید تبسم عین مضمون گوش بود

نریائے رقت نه جائے ماندن

الهی تهمت آباد طهر و ریم
 کند نایبانی صید آهم
 سراپا اشک بیتابی عنایم
 عنایم ماکه دارد و جزد چکسیدن
 دیدم و دریا شکستن میرود بیش
 طلب سرمایہ شوقیم، ماکو
 نه پائے رقت نه جائے ماندن
 ره سقی تا عدم یکدست دو ریم
 پیرایه خامشی برق و گاهیم
 قدم بیابان ناز خود دعایم
 دلیل ماکه غیسر از ناله سید
 چه خواهد موب از بیتابی فویش
 اقامت آمد و داریم، جنا کو
 درین ره تیغ رقت، دایه ماندن

حیرت و بے خودی

بلاده رفت و بے خودیم در کنار ماند
 ای دامن که بر من دست و پا نشاند
 دگر من خيال ره می از حبار ماند
 آفرینیب دیده همان انتظار ماند
 ب صبح تا نفس زده ام سیر می دم
 نون سوز جلوه او حیرت من است
 تمثال جست و آئینه حیرت شکار ماند
 در صحن خیال ره می از حبار ماند
 آفرینیب دیده همان انتظار ماند
 فرصت پیغام داشت کز دایه شمار ماند
 نراں شعله رعیدره همین انتظار ماند

چہ می پرسی

جہاب نامہ بحر گوہر نیز نتواند نشان دادن
سرلغ عالم دل از من بیدل چہ عیب کسی
لگ ابراز قشایر ریشہ پر مردہ نکشاید
اثر لایع سخنا از طینت سائل چہ می پرسی
سپندم یک طیش عرض نوازے سوختن دارد
ز برق فرحت خود و اعلم از محفل چہ می پرسی
خط و ہم نفس ناخواندہ با معنی چہ پردازم
ہنوزم بجارہ ناپیدا ست اندنول چہ می پرسی؟
ظرف خردست در تحقیق اسرار حق اے غافل
بہ حق ہم کہ یہ خطاب قسمت از باطل چہ می پرسی
نقاب و جلوه ہر یک محو نیز نگ خود است ای خوا
ز لیلی پرسیس حال لیلی از محل چہ می پرسی؟

مردان کامل

ولا دران کہ مہیائے ساز جنگ خوانند
بہر نفس زدے چون جہاب سنگ خوانند
پوں صبح جو ہر فتح از جبین شان پیدا ست
ز بسکہ آیند دار شکست رنگ خوانند
شکستہ اند ظلم غبار ہستی خویش
کلاہ فخر جہا نشد لیک رنگ خوانند

دریا مٹھرا

در زمینے کہ محبت اثر نہ کاشتہ است
گرداد و غم چن دریں طیش اسپاشتہ است
بر بہارے کہ ازین کو چہ وزید است نسیم
جگر چاک ز میجش علم افراشتہ است
ہر تن شوق شود وادی مجنون دریا ب
مشہد سوختگان بوسے دے نداشتہ است

مدحائے نیرنگی

رنگما آئینہ تربیت بے رنگی ست گر نظر محرم کیفیت اسباب شود
نه هين تاك نديں قهكده هستي دارد هر دلي را كه كدازند مئے ناب شود
سايه راجبه بشويند ز سر سبزچہ نور تا بهماں پرتو نور شيد بهماں تاب شود
اير چيچي نه فشار دزد غم دورى ايجر خاک نم و رند نه عرض گل سيرا بشود
بحر كوشه ز رند و موج به طوفان آيد عورت پيچيد به خود و مايه گرداب شود
انتظار مونس گل كند از پير نه شوق نا ايد آيلن نويد لبه خواب شود
مدحازين عجز نيرنگ جز اين نتوان گفت كز دلي نون به چكده تا به بگر آب شود

طالب صله

اے مباحثی روشن که ز مرص شعرا خاک بولا نگر اسب و نر اهل جاه است
وے ببا فتوح که در مکتب تشویش طبع در سياه ابد از طع و زير و شاه است
مده مشتاق گدا طبع ز مضمون بلند گر همه پايے به افتاک نه در پناه است
مرح معنی اين است خيالان و دياب تا بداني چو قدر فطرت شان کوتاه است
مازج اهل صفا باش که در علم يقين و معن اين طائفه تفسير كلام الله است

انجام کار

چشم برو صبح بهماں واکرده هشيار باش

کایں همه هنر گامه عشرت به غم خوابد کشيد

حسن رنگين خوابد افکندن ز بيزنگي نقاب

قلعت رحمانه پستی با علم خوابد کشيد !!

می رسد آخر صفت برگشته امر گان به خاک

واں دانه بهايے گيسو تا قدم خوابد کشيد

اير مئے پر غم که ناخن بر بگر اعي ز نند

عاقبت با ناخن پاسر بهم خوابد کشيد

بر نقوش اعتبار رانے که دارد ما و من

مرگ از يك خيلش مرگان قلم خوابد کشيد

چشم واکردی ز ملنه گوش می بايد شدن

شوقی اين جلوه تا افسانه هم خوابد کشيد

عيرت شبنم درين گلزار دارد چشك

کایں همه الفت و گاهي هم برم خوابد کشيد

عبرت آید دست این بهاناقبت دار شکیست
هر که دل بر این دامن بند و الم نخواهد کشید!

سبک روحی

بیک دور زده سرو بزرگ زندگی پیشند
که بهر خلق پے سود خود زیاں باشی
اگر بخار شوق خود دامن خود باشی!
چون اس میاش که تشویش دیگران باشی
نفس بدو ز وسوسه کروت زندگانی کن
مباد بدو دل آئینه گزاف باشی

بے بصری

افسوس که دامن پندار گرفتیم
از غفلت دل معنی بے پروه نهانند
در کائنات تعلیم نشتیم به تعلیم
بها بود که ما جسم خودیم تصور
نور شید عیاں بود شب تاری گرفتیم
حد بلوغ و آئینه زدنگار گرفتیم
اینها همه رنگست که دیوار گرفتیم
گل بود که ما کج نظران خار گرفتیم

عالم همه یک نفس آمار شهودست
آماره او نام خودیم یقین را
سودانی و هم ست خیل چو توان کرد
خفقت چو نفوس فغاند که اسرار گرفتیم
یعنی ز تامل ره گفتار گرفتیم
از تنگی دل خانه به بازار گرفتیم

به قصیده گویان سلاطین

اے که تعریف سلاطین کرده
بیت تعلیم شیاطین؛ حق بجاه
فخر طبع مدح شایع پیش نیست
امتیازے تا بدان شاه کیست
بر سرش افتاده آن زرین رخام
تخت سیم و افسر زرین و دو سنگ
لی الطیفة آتش است آن شامخت
قرب این آتش بلائے همان تست
گم به زدم شاه قرب اندیشم

رفته گیر آئینه دینت ز دست
نیست بر کو حق پرست آتش پرست

سراب نظر

همه غیب است شهود اینجائیت بملا نفاست نمود اینجائیت
اصل هر سوس و گل نیز نیکیت بزمین سرش و کبود اینجائیت
شعله خاکستر عشق است آغوش بزمین گرمی و دود اینجائیت
نتوان جلوده مطلق دیدن آکهای پرده کشود اینجائیت
اعتبارات همه او بام اند تو عدم باش و بود اینجائیت

نیت نفاق

دل نفاق پرست آفت بنائے وفاست
عذر کنی در آنرا پند شوره آلود
اگر نگاه تنزه سراغ جلوده دوست
نمی توان به تماشا سائے لوبهار آلود
پیر جاسای خود نفس هم نه دل برون آرند
خیال دوست مباد یا شود حقبار آلود

خود ناشناسی

چرا اسط به دماغ بنه تیر می آشنای عشق
کدامی پرده چشمت بست کرد تحقیق و عاشق
نگه گردید آغوش و دلمه حق شستاید سا
سرا پای دل بودی چشم و اگر دمی جدا گشتی
کدامی خول و محراب نگاری و ولایت شد
کدامی ناشناسی گذشتی طالب مردم گشتی
سمرت از تاج «کردن» گزاف داشتی غافل
که فرشتگان سطر سایه بال هما گشتی
خمنایه رایتی را دماغ صد حوص و حید گزیدی
بخود نیت تامل کجا چه بودی و چه گشتی
بجای پیرپه مغرب نقش عشق آفرایه گوهر
دیده در تپست و عاشقی تیرا تیرا عشق
به فهم عشق آئینه اسرار هستی شو
چه قلده زده دلتی بخور شیدا شاشی

نواب و بیداری

چیت بیداری ز باغ و هم وطن گل چیدنی
نواب، یعنی از هزار بودنگ در دیدنی !

کبر ناز آئینه نقشه که نتوان بست هیچ
مادمن تعبیر نواب دیدن و نادیدنی

صدره از کم و سعتیهای ظهور افکنده ایم
بر سر عالم نقاب از یک مرز پوشیدنی
ساز هستی و عدم نیست و کشاد چشم ماست
نواب و بیداری ز بار و بیش ازین فیهی

فهم راز

به فهم راز گوش هوش می باید نه گوش شش
که این صورت کجوار شنیدن بر تنی دارد

به گلزار نیاللم جلوه با آ ماده است اما
گل آغز رنگ و صبح آنجا دیدن بر تنی دارد

بر روی هر روز عالم بسته امزگان و معلوم
همایه در نظر دارم که دیدن بر تنی دارد

حیرت نظاره

ای لاش آن حال که چوں بر تو نظر بکشایم
هر نفس چوں نفس از خود دم و باز آیم

جلوهات هر قدر هم ساعشر نیزنگ دهد
از تحریر شناسم که چست پیما ایم !!!
شوقی هر چند زده عالم کند از من لبریز
بزد را خوش تو خالی ز من باید بجایم

به خیال تو چنان گم شوم از هستی خویش
که خدم هم نشو، ند که کند پیدایم !

عرفان خویش

ای که از فهم حقائق دم زرق خاموش باش
عمر باید که دریایی زبان خویش را

روزگار سے در قضاے وہم باید تا ختن
تا در میں محراب دست ابری عنان خویش را
در حوائے بے نشانی تاء گردی بے نشان
سخت دشوار ست پے بیرون نشان خویش را
مدتے بر ہم زدن ندارد عماش ثوبے زشت
تا شنای جنس بودم دکان خویش را

بومر ذاتی

بومر شبنم از تامل دیدہ گردا کنی
برگ برگ ایس چمن جز لوح استعداد نیست
بومر ذاتیت موزونی نہ کسب عارضی
گل به سنی پر نشاینها پوسد آزاد نیست
باغبان گر نون نورد ایسا برو بر خاک ریز
نیست گل یزار گل و شمشاد جز شمشاد نیست
هم به قدر صفائی است آئینہ تمثال آشنا
فہم ذاتی گردہ باشد چکیں استاد نیست

موجہا یکسر بہ تیغ شوخی خود بسمل اند
دل تپش فرماست ایجا حاجت ارشاد نیست

مثنوی

طوفان بہار

تعالی اللہ چه طوفان بہار ست
اگر خاکست بولا نگاہ سودا ست
لہ رنگ دیو بخونے خفتہ یکبارہ
گرمیاں پوا کئی آئینہ خاک
بہ ہر سو میرنے واکردہ آغوش
درد و دشت از هجوم رنگ باغیت
طراوت بسکہ شوخی کرد بنیاد
ز گل جا بہر تین شد ایں قد رنگ
ہر لہر مجیدی را در شوش
طردے کرد دل بیرون شتابد
جنوں بیدی بر خویش بالید
کہ چوں گل شش بہت گل در کنار ست
وگر آبت موت طیشہا ست
بشور خندہ گل گشتہ پیدار
محرورشاندہ از تمثال افلاک
بہر آن در حبیب و جنون می زند بوثر
چو گل یکسر جنون تر و ماغیت
فلک کشتی بہ طوفان ہوا داد
کہ چوں بوبر ہوا بست آشیاں نکلا
نگہ از رنگ گل چوں موز آتش
ز گندہ رنگ بود و سر مد خوابد
مویدا دستگاہ ابر گسرد

لعل از دامن مجنون فشرودند
 کجائی اے ز سانه رنگ غافل
 و د عالم بیست غیر از یکسده جنون نشد
 تبسم بسکه می بارود به افلاک
 ز عطرسات آن همه سرمایه گل
 به وصفت این بهار رنگ و بو نیز
 قلم تا معرفت رنگین می نگارود
 بهر امانجا نشد آئینه پر دانه
 ترا شمیمه است من گلخواره
 بهر حسن است از حیرت جزر گیر
 به هر جای شبنم واکرده مرزگان
 که مار نیست جز شوقی تفرودن
 درین جزیره سراسر دمهیا
 متابه من یکسر باب عشق است
 اگر حلقه ز قمری سحر بر آمد
 و گیر بر دانه دارغ پییده باشد

شفقها شعله بر افلاک بردند
 ز چشم بسته عشقین دست بردل
 شگفتناست مرزگان بستت چند
 بگرزیده چلیپا دامن خاک
 که بوی مشک دارد سایه گل
 نفس بوی رشته اشع است گلچین
 رقم خوش پر لاله سس دارد
 مگر در کسوت کیفیت ناز
 ز هر کیفیت آئینه داره
 نگه مجنون کن دلیلی به بر گیر
 باین نگست حیرانی پر افشا
 مگر آئینه از رنگی زرد و دن
 نگه از جلوه سامان تماسا
 همان آئینه اسباب عشق است
 ز شمع سرور و دلق دارد
 چراغش پر تو بخشیده باشد

لاله ای پئے منقار بلبل
 نفس در دیده دارد شوقی ارم
 سحر را از هجوم شوق بیتاب
 هوا هم تا به گلشن راه دارد
 ز بس شوق است اینجا عیش قهید
 ز سامان بوشی عیش مرتب
 درین گلشن به هر جای آرزو نیست
 چه گر وشت اینجا سر بر آورد
 پر افشاست شوقی رنگی بونیت
 نگه از خود تماشا آفرین است
 چون زادان همه حیران خویش اند
 به عشق قامت خود کرد آزاد
 ز بس رعنای خود کرده مستش
 فتایید از خیال خود بیرون است
 تا مل کن اگر فحید نه هست
 ز حبیب غمخو بوی دارد آواز

صدایه چیده از تار رنگ گل
 ز بوی گل نگه در چشم شبنم
 نفس در رنگ شبنم میشود آب
 فشفق در آستین آه دارد
 چو شمع از خار با گل می توان چید
 بگل نیازه دارد و جام بر لب
 اسیر الفت این رنگ و بونیت
 ز الفت رشته اشیرانه دارد
 تمنا جز حصول آرزو نیست
 مرزه باید کشودن جلوه انیت
 به باب جلوه طوفان خویش اند
 ندارد از بهار رنگ و بو یاد
 ز خود در گردن یار صحت دستش
 هجوم حیرت است آئینه در دست
 که با هر برگ دست و دامن هست
 که اے غفلت تو ایاه بهنوس ساز

فکر غیر کے آہنگ داریم
 برمن راز تا سوسن زندگوش
 ہاں گوش سخن فیض نہ دارد
 بخود پیری زندگیت کہ پس کن
 به ضبط خود سحر و اکبر دہ آغوش
 درین فصل نشاط مستی آہنگ
 دے داری تو ہم یک پنچہ نوکان
 برنگ گل ز عریانی قبا گیر
 پهلانم با خود ہم بخانه بودن
 بگل باید شد از جام ہولست
 بہ فکر غماناں پر داختن چہند
 بلوئے گل بہ پرواز جنونائے
 نشاط امروز در رہن جنون است
 بہ ہر ہیز از کشاکش با سے تدبیر
 بہ فرق ایر پیر از دہ دوست است
 کنوں اندیشہ فرزند انگلی پست

بہ صد آغوش خود مانتنگ دہیم
 زباں در سرمدی غلط کہ خاموش
 مبادا گفتگو درد سر آرد
 خرد دیوانہ شد ضبط نفس کن
 ہوا ہم دسپے خود رفتہ اند ہوش
 کہ می پوشد جنون در کسوت رنگ
 بہ حبیب خویش طوفان جنون کن
 ز حبیب پارہ دامن ہوا گیر
 دود و دہ سے می توان دیوانہ بودن
 دہ یوں پنچہ باید دادن از دست
 متاع دہم وطن تا با حقن چہند
 بلو دانداری از خود بروں آسے
 فرد از ہر گز عشرت ہمدن ست
 مبادا بگسلان ربط زنجیر
 ہوا از بلوئے گل زنجیر در پاست
 گلے رنگیں تیر از دیوانگی پست

بہ رنگ از بہار زندگانی
 پچہ ہر ساند بے آہنگ مشتاب
 نالہ نالہ زنجیر آگاہ
 لجا آہنگ کو ساندے جنوں ساند
 زنجیریت این ہاںے جنونے
 نفس زنجیر و ما آواز نہ بخیر
 ہم زنجیر ما از نالہ بیش است
 نولہ ہے زندگی نولہ ہے فنا گیر
 ز زنجیرے صدائے دام کردند
 تعلق بدمشون دہم وطن نیست
 چہ فرصت فکر ادا م تعلق
 تعلق عشر طوفان فرشتہ نیست

جنون دستہ کن گری توانی
 لالہ بلبل زنجیر دریاب
 کہ بر آہنگ ساند خود کبھی آہ
 بہ زنجیر پرافشا نیست آواز
 خیال از دہم می تواند فسونے
 پیر تو ایم از ساند زنجیر
 سپند از شعلہ آواز میشا است
 صدائے موعہ زنجیر ہوا گیر
 خیالے تعلق نام کس کردند
 جنون فرصت است این مادہ عزت
 بہ مادہ من ہمیں دام تعلق
 بہ زنجیر این تکرار غافل و شیت

بہاں این ساند داند مایہ شود

الہی خانہ زنجیر معصومہ !!

مرثیه شاه جهان

یاد تو موم کنی و هم بهار و فصل دی داشت ینای فلک بهام طرب لبر و می
 انجن ناناں تین خندان طرب گل فشا شمع گل تقاص و طبل بخت و وفقاری
 در سعدی بود بهرامی و ایام شریف غلتی و قدر خدا از عدل شاه ینک پی
 بهر تاریخ و عاشق از خود کردم سوال گفت پیک "بر سر یزید قرب یزدان جبار"

مرثیه فرزند

به بات چید بر چرخشان رفت کاشوب قیامت چنان رفت
 گریبان بود و روان رفت غم زین کهنه خاکدان رفت
 بازی بازی بر آسمان رفت
 هر که در قدم خرام می کاشت از انگشتم عصا کف داشت
 یارب چه غم به دست افراشت دست از دستم چگونه برداشت
 بی من به ره عدم چنان رفت

یاد و یامیکه

یادای فرصت که عیش و طعنه داشتیم جدا یوں آسمان بر آستان داشتیم

یادان سامان طبیعت که در محرابی شوق بین گوی رفیق از خود کاروانی داشتیم
 یادان سرکش کنوتش یوں گرد باد فتنه طبع خاکساری آسمان داشتیم
 یادان غفلت که از گرد و خاک زندگی بر ما من چیده بود و ما کافه داشتیم
 ای بر مرصع به خیر از کیش بدست یوں پیش ازین هم بابت نامهربان داشتیم

بر آیت پر واز و باجائیت پیدل و در و ما
 در شکست بال فیض آشیانه داشتیم

بهار محلات

می کشور محلات یا سمن بهرام است این
 می نازی آید جلوه گاه پادشاه است این

عشق او بهار دارد و عشق تو بهار دارد

عشق تو بهار دارد و عشق او بهار دارد

ایر شوق می بار و سبزه حسن می کار و

سنگ هم ولی دارد هر که بهار است این

گر گل چین روید با نفس سخن گوید

دل بدید می گوید رنگ آن گل است این

فرخی چون پیراسته شدش گل خنده پیراست

نگه دو بهان بر پیراسته بی غواں بهار است این

نقش بر هر کامل کیست تا کند باطل

این چراغ دایم محفل قفل کرده کار است این

کام دل گل و دامن آرزو طلب خرمن -

چشم بی دامن روشن مرد و استار است این

تاب خود داری

تا ده چاره نازد کرفاں نرگس مستانه ام

شوقی بوشه زد که کلنداشتم میخانه ام

یار شد به پرده دیگر تاب خود داری کماست

اے رفیقان و بهار آمد کنوی دیوانه ام

چه سود

کدام نقش که در کلاه عالم نیست

چه رنگ در بکوبد بر سر عزازلرم نیست

جهاں طرب کرده ادا داشت ست یک چه سود
بهشت این اتفاق آدم نیست

طوفان تغافل

از کتاب سیاه یک نقطه گر آید بدست

نخ آفتاب از زده خفته ایا باید شکست

صد چنین باید به طوفان تغافل دادست

تا بخوبی دل توانی ای بقدر با رنگ بست

تمنا

چه سازم تا توانم ریخت رنگ سجده در کونیش

سرافشان دارم که پیشانی ست زانویش

بهار آلوده رنگ تمنایت و دل دارم

که اگر سیرگی در خاطر افتد میکنم بوشش

حیا

خاطری داشت حدس نشود دید سالی معنی حیا چه سید

گفت ده خود نگاه دور زید یعنی از غیر چشم پوشیدن

حسرت

بهار رفت و گل انشاق و باغ خامه

شراب در قدح و نور در چراغ خواند

معاشران سبک سنا زین جهان رفتند
بغیر آب روان یک گلی به باغ نماند

کجارسم

چو سرشک بی سر و پایم قدی خود به جواس تو
که بر آردا بلده عرق بگدا ختم ز حیات تو

به به دل ز بحر و سار سم نه به درم آئینه دارسم
کجارسم که بجارسم من بیدل از همه بجای تو

چرخ غم

چراغ در اسید غم تو حکم بشین و کم داری
که نگنجد ترا محتاج ابر و نا که دم داری

شوی دوست ما از مطلق بی کسی هرگز
نمزنشیند ای بیدل، خدا داری، چه غم داری

اثر قابلیت

فلاس شعور اثر قابلیت است بزرگ، هیچ بلوه مصدق نمی شود
از شعله کسب لای چراغ ضروره را بی دهن و قلیله میسر نمی شود
ساحل که اصل طینش از بوش تشکی است و بیاست و در کنار لبش قرین می شود
آینه آب دارد و دم آشکار نیست در سنگ آتش است مسند نمی شود
صدیق دار فیض اذل نتیجه است بویهل ناز دایر بیکبر نمی شود

خوش طبیعت

چه حسد مشرب لایه بیدل از بدیع نگاری
قیامت اینی با بهر سلف متذنباری
هر از رنگ صد بهره تا گلی بدر آری
نساز قلقل یک شیشه دلی که نداری
به طبع تست فروشی که کو بهار نه دارد

شہر آشوب

دہر بر فرق بہائی خاکِ ننگ و طاریخت
 بھری را پہی گزردہ بر سر دستار یخت
 مادہ نگر و دیدہ، نریر مادی یک یار یخت
 دور اقبال ہما بر گشت داین اوبار یخت
 سایہ بال ز غن انشاد بر شاہ و سپاہ
 روز تا مجلس فرد ز شمع نی چو شد ز شب
 می کند شب از نمود صبح سامان طرب
 این چو بود است این چو طو است این و در است گنج
 زہ پے تسکین شو ہر ہر طرف شود ہر طلب
 ہم چنان مردانہ برای خدمت زہ مرد گزافہ
 غیر ہنای عدل و مانت کرد و میرانی کیس
 گشت از تا این معورہ ہا ہوا نشیں
 داد سس گردید از خواب گران گاہ و زمیں
 ہر کہ نالہ خلق مسکین در چہلین و در لعین
 ابرو ننگ و خاک بدہن مای بیروشت گیاہ

دشت کار جہاں را با توقف کار نیست
 انچہ امروز است فردا کشتش دشوار نیست
 گر می ہنکارہ طول امل بسیار نیست
 تا سحر زین شمع اقبال کہ جزا و پادہ نیست
 می دمد دارغا از سر بروی چکد مغز از کلاہ
 داد تو میدی جہانی را بہ سیلاب گذارہ
 حالی آمادہ شد زین غافل بی منتیاز
 کا شکے از پانشیند این عباد ہرزہ تاز
 لعنت اللہ بر تعین گر بایں دحضست تاز
 خاک بر فرق بیز رنگی گو بایں رنگست چاہ
 شاد باشید ای جوان مردان تمکین آب رنگ
 بر مفای نشا اوقات پسندیدہ رنگ
 گردش احوال نامردان نمی خواہد در رنگ
 ندو بر ہم ی لار دایں صبح اثار رنگ
 تلبیان تاکی بہا و نہ غلب تا چند شاہ

(۱) شہر آشوب کلیات کے کسی نسخہ میں نہیں۔ روح بیدل مصنف کا کثر
 عبدالحق علی قزوینی نے ادب لاہور سے منقول ہے)

رباعیات

گمزدی ز طبع لود کام برآ از چپ و خیمه سوسه خام برآ
 اے منکر کیفیت پر داز کاس بے زیند تو نیز تا سر بام برآ
 آنکس که منز و است ثاب و کل ما بدا و عدم است خلوت و غفل ما
 تاش از پرده میرزا باں می آید والله و غیبت جائے از جزدل ما
 اے داند از میں مرز و اندیشه مرا یعنی در طمس الفت ریشہ برآ
 افسردگی لفظ به معن میسند و همیشه پورنگ باده از فیشہ برآ
 استائید قدرت و ذات یکتا آپو ہر اوجساد صفات اسما
 در حجب احد است دہ شہادت احد ایم است دوز خواہد ہر دوسرا
 تا چند زمانہ جامہ نہ اند مرا بکباد نہ شد کپاک سوزند مرا
 بے رندے تو ہر نفس پوشش نہ یاد خی میرم ربا ز میغ و فرغ مرا
 خلق و خدا احوال است ای جا و غوی بخدا افعال است ای جا
 ہر گلاب فتنہ و غمخیز شہید بیدل تو کجائی چو خیال است ہر جا
 آن دگر بیکسو نظر و تعلق است خبر یا س ناسباب چہ اند تعلق است
 بے رندے تو چہ ارج کاشا نا اندر تعلق نیست ہر ہر تعلق است
 ہستی جز جہاں کہی نہ توفیق نیست در عالم ہر محض جہاں ہر ہر نیست
 در خلق ہر دو خلق پرور و خلقت محبت بلذت است بلہر و نیست

عارف کہ ملامت آگاہی افسر است ہستی و عدم سواد فرا بزار است
 آن دگر قدا صعب شایق بخشید در ہر کشی کہ بر کشور و است
 ہر چند تمیز کفر و دین معیوب است مظہر و کفر و دین ہر محبوب است
 کو کہہ دو بر سر ہم شکنند از جنگ و جنگ شے و طو است
 تحقیق لستم زانی شدن است انجمن و انان و طایف شدن است
 خاموشی سید اللہ بشر را دارد بے حرکت شدن زمین معانی شہادت است
 غریب و کائنات لستم نیزنگ شکست مانند بر آہنگ شکست
 فرصت تجدد و تعلق است بود موجاں ہر ہم ندیم آن سنگ شکست
 گر طبع داند الہی کرم رمی داشت ی دامن ہر نفس کہ سرکش کمی داشت
 از عجبہ هیچ کس نمی کرد ابا گر شیطان مجھے یہ آدمی داشت
 غریب و دگر ہر طاق عبرت پیر است ہر گاہ و حرکت کلفت خبر است
 زہی رشت مراغہ عالمی طاعت ہر حودم آہوئے عبا و انگیز است
 عالم ہر یک بلوہ ذات احد است ایم تمام ہر ہر و دوست جہادت است
 کثر و آثار چشم و اکوہ نیست ایم ہر ہر و چشم چاں یک ہر است
 این حرکت محض و ہر و ہر و از دست جہاں و خلقت شہد و ہر و از دست
 وقت کہ تو خیال نتوان بود از ہر کہ بقا ہر و خلایق و ہر است
 ہر یک سواد و اجہاد شایب شو قلم لک کمال یا نہ صاں صہب
 ہر ہر و ہر و ہر و ہر و ہر آخر سخن شایب و ہر و ہر نیست

از هر چه بد و مضر می آید یا از هر چه نیک و نیکو می آید
 گر چشم کنی باز جانش پیداست در گوش کنی صدای آید
 بهت که خیال پیشین می بندد از لایم بقیع باب می بندد
 با این سبق چه نیکو آگاه می بود چه مست غشی که نفس می بندد
 بملکه خیر و قلم گفت و شنید ترنه جز کاف و نون مگر چه بدید
 از خواندن این دو حرف اسرار مکنون فبیدیم ایچو بیست و نه
 بیدل جی که مر ترا می خوانند معراج کلمات از خدای خوانند
 است بهت محض این چه بگوش آفر کنی هر تو دیگر می و حاضی خوانند
 گرسنه پنجه باز کرد و دید چه شد در مجلس ز طوطه صد بالید چه شد
 حق از عدم دور بود و مستغن است نور رسید اگر شعاع فبید چه شد
 هر روز در پیام سانه دارد هرگز سراف نگت تازد دلداد
 حاد و بسبب گرچه گوید با خلق در یاد طبع خود گذارد و داد
 هر چه که در لای فلک باز کنند مردم قانون به حق سازه کنند
 قوال فلک بدست گیر و دست مبر دنیا اهلها با ندوین آغاز کنند
 امرو که وقت طوبی مقدر رسید خلقی عمل به جانب کمر کشید
 ما که سراف تو به دل یا انرا ایم تا بهام بگر و نشین باید کردید
 سامان تو آن عهد بهیا کردید گر طوطه در صد چرخ و صد گم کردید
 از تو دل ناز ناله آمد و نخل آن نخل بنور بالید و نخل کردید

عید آمده تار در طرب بکشاید در ساغر ماه باده با پیما ساید
 یا بوب بدو علی بیلا تادم مور بوی نور طلال ساقی افزا ساید
 سحر خیز رنگ ششم قنات تو بود طر زنگاه نشسته خون تو بود
 دیوار در می کند تا پائے غمش ویدیم همان سایه مرگمان تو بود
 دل غم جو باب کبریا باید کرد خوش باید بود و حبش با باید کرد
 بیدل کاسه دیگر تار دایچیا جیان که دعا پائے شما باید کرد
 نیک بد کارخانه کوه و فساد نالان کاسه وائے زندگی رفت بسیار
 حافل کدرین قلم و دهم ایچساد کس سجده داشت ست بر باد چه داد
 زامش نفی که طبع موندن دارد صد پنجه بهار از دل بر نون دارد
 نسیم پری ز لوتخن آسمان نیست لای الفس بر نون آسمان دارد
 عالم به بلندی و نه پستی دارد دلمایم به نون و مستی دارد
 اندیشه عمر مقدر دل عشق و دوست این آینه سخت خود پرستی دارد
 فرصت داری تا آنی کار بندد بر آینه ات تهمت زنگار بندد
 هر چه بد و نیک شود مگر در چشم بلاست در غم و زینا و رنج بندد
 قوس به خاشائے زبرد مال خوش ماند قوس به خاشائے خط و قال خوش ماند
 بید که به حال بدی بیند خوش حال کس اینک بهر حال خوش ماند
 شکسته دل که نم کند باید کرد فعل به نون باید کرد
 آنچه شوق به دعا باید داشت دیهه به نون باید داشت

در کون نیستی عیانم دادند از کشش چهره ما نام دارند
 در هیچ مقام را نمی جستم زیر قدم خویش نشانم دارند
 روز نیم یار من می آید بوی گل انشمار من می آید
 وقت است که از آن جلوه برنگی بزم آینه جویبار من می آید
 صد قطره در موج و طوفان گردد که دریا گوهری بنمایان گردد
 طرقت شری کند رنگ و تازم بوس تا نقش ادب بندد و نشان گردد
 در بیدار تعلیم کردی بنده چون نخل پیشتار شمری بنده
 می نظره به طبیعت دل قانع باش آبی و گریست آنچه گوهر بنده
 و ذات حق که نیست غیرش خیره در هر جزئی بزرگ گل جلوه نمود
 مان گوید که صد سوره و بدیک دان مان داد بهر سوره به بنوی من نمود
 هر سائے غار است که درین باغ بود لیلی که دل تصور و محسوس بود
 غنیمت مرا در ابل دل سهیل بگیر این خاک نشسته پیش ازین گرد و غبار
 با شک و ترانده لیل و بهار قانع شود و پیوست آن وقت شمار
 آن دولت جاوید که غلغلهش خوانند نزدیست که بی تردد آید بکنت
 بیدارند غم و نشاط و در آن بگذر از پیش و کم و مشکل و آسای بگذر
 در گلشن و بهار نیم بوم صبح آنان در پای دامن افشان بگذر
 آن غریبه نشان پرده را از کانشان که خوانی لوست غرض پندار
 در آینه جواد و بهار رنگ است در طبع نبات بود به حیوان آواز

یارب تو به هر تنم آغوشی بخش در غم اشود کم گشتی بخش
 تا عیش آشنده غلام گردان از یاد گذشته باغش بخش
 در قافله شوق دل حیرت کیش آیند تصویر بزم داشت به پیش
 می رفتم و بیرون ز دودم راه نبود می نامد ولیک همان هدای بخش
 علامه بی برائی اندیش مباش ای لغز خرد عیار نشویش مباش
 گر یک سر و کلاه تویت باقیست بدر غرس زهر تا به قدم روشن مباش
 بیدل تا سیر رنگ بود با کردیم صد قطره زین رنگ جهان با کردیم
 اما تو چه حالی که حشمت تصویر در سوره نقش تو تماشا کردیم
 گزینست حضور و بیعت دستم یادست بهان و من کج قفسم
 ز نار و خاک دل بگیرد و دارد پیدا است در هیچ کتاب تار نفسم
 از حیرات اگر چه خفعل گردیدیم زده شوخی اظهار غلج گردیدیم
 صد شکر که بر دانه ام رنگ قبول بیدل بودم هزار دل گردیدیم
 بیدل تا جو گلشن نیز نگسیم گل به گل و گاه غنچه دل تنگیم
 گویند ز نگارهایم باید بود دشوار و پیچیده که ما هم رنگیم
 که حیات آنکس ز بهامت گیرم یادست که دامن غمایت گیرم
 چو نقش نیل ز بزم حیرت نفسم دانه پیدا کند که نامت گیرم
 عمر به فنونی نظم و لعل گشتم چون به باغش زین شاغل گشتم
 دیدم گرم تو سخت به پایاں است حاری نهادم ز شکر و بیدل گشتم

ای و هم به دست خیزد ز غم و دل ز آید نیست در میان بی رفتن
 برون من و کز استخوان بر لبش نیست یک چیز شمرند و تابوت و کفن
 اگر که گریه کنی شد شنیدن با کوه یا آینه چشمش دیدن با کوه
 کعبه دیگر ز هر دانی که هست اگر آبله پافت و دیدن با کوه
 گر با نخی اسرار قدم بدیش بود ز هر چیزی زلفه معینش مسکو
 تا طبع تو بهمت نفی نکرده گله است درین بهاری بین و میو
 که عکس به دیر و حرمت دیوانه که در نیمه باشی آن قدر بهیست
 یعنی که هر سر به سنگ کوه و در سال در خانه که نیست بغیر از خانه
 نه در هر حال باید به تامل گذری بر خانه قدم نهی که آن گل گذری
 هر چند به پیش پاست یک قطره آب چون آبله بهیست که بر پل گذری
 یارب سیراب جاه و شمت باشی و بارخ جهان بفر و شمت باشی
 اے گلشن بلبل آرزو به پیدل هر جا باشی بهار و حرمت باشی
 اے هر و اگر ز خوشی غافل باشی سرگشته تر از انداه به منزل باشی
 چون گوهر اگر به نبط خود به نداری در و دیوار هم بهیست ساعده باشی
 میدان بر خلق کسر شان ننمائی تا تر توان شدن که آن ننمائی
 خاصیت این معرکه حاکم کشی است این جاده هزار تا توان ننمائی
 پیدل کف سیاه پوشی و شوی نشویش گلوی تو به کوشی و شوی
 هر خاک میوه چنان مدبر باد مرگت سنگ است با و دوشی و شوی

و قدم ز تو یک و یکمان و خود یکم گر بهیست و گر نه با ن نزد یکم
 نقش قدم خود نگرد و یادم کن هر جا باشم باین نشانی نزد یکم
 از قلعه و قلعه است آنگونه استم و در این نا امید می آید خسته استم
 بر طاق گذار خواه بر خاک افکن یا شیشه سزگون بهیست بهیست
 و حق و حق از منعت به منزل عدم چون نقش قدم بگرد محل ماندم
 چندی هم بهیست فراموشم بود آفرین با تو رفت سیدل اندم
 گر با تو شوم بهیست فریاد توام نه گویا بهیست توام توام
 هر چند بهیست شمت است انگ شادم که چراغ محفل یاد توام
 هر چه به نظر مدتی و اگر دم نه باطل دلت به لاله سودا کردم
 معنی و لم که در همین خلوت دانه یار آینه دیدن و من تماشا کردم
 فریاد که و کائنات ستم و اگر دم نه گویا بهیست توام توام
 کربت پیش از تمیز و عدت بود آینه شدیم و کس پیدا کردیم
 هر چه به خاک سیرستی کردیم پسند بهیست پیش دستی کردیم
 از ماله خود بهیست و دیگر ناچار نظر بهیست پیش کردیم
 پیدل از بسکه جلوه شتاق شدم بی پروه نه آینه اطلاق شدم
 بهیست و تو شیم این نه با ن نیست هر جا شدم آن قدر که آفاق شدم
 عالم به یک برق تجلی دیدم محفل گدازت داشت لیلی دیدم
 ز هر موهن کشید و در دیده من هر با الفقه رسید معنی دیدم